تعلیم الایمان:38

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصّٰابِرِیْنَ ﴿﴾

بیشک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔(القرآن)

صبر کرنے کے طریقے

(صفتِ صبور پر غور وفکر کرنے کا طریقہ)

تصنیف

عبداللہ صدیقی

〈ریسرچ اسکالر آف ایمانیات〉

زیر سرپرستی

مولانا محمد سراج الہدیٰ ندوی ازہری

استاذ حدیث وفقہ دارالعلوم سبیل السلام، حیدرآباد

ناشر

عظیم بکڈپو، جامع مسجد دیوبند، یوپی.

جملہ حقوق غیر محفوظ

بغیر کسی تبدیلی کے چھپوانے کی عام اجازت ہے

نام کتاب: صبر کرنے کے طریقے

تصنیف: عبداللہ صدیقی

زیر سرپرستی: مولانا محمد سراج الہدیٰ ندوی ازہری

سنہ طباعت: سنہ ۲۰۱۴ء

کتابت: النور گرافکس، حیدرآباد۔ 9963770669

ناشر: عظیم بکڈپو، جامع مسجد دیوبند، یوپی

AZEEM BOOK DEPOT

Jama Masjid (U.P) Cell: 09997177517, 09760704598

ملنے کا پتہ

OFFICEMATE STATIONERY

Beside Ganga Jmuna Hotel,
Opp Mahdi Function Hall, Lakdi ka pull,
Hyderabad. A.P. 500 028
Cell: 9391399079, 9966992308.

اجمالی فہرست مضامین

عنوانات	صفحہ	عنوانات	صفحہ
اَلصَّبُوْرُ	4	دنیا کے مختلف حالات پر صبر کرنا ہی فائدہ مند!	45
اللہ صبور نہ ہوتا تو بندے کس سے معافی مانگتے ؟	5	غصہ کے وقت صبر کرنا بڑی بہادری ہے!	47
دنیا کو امتحان گاہ بنانے کے بعد مالک کائنات کا.....	6	بیماریوں پر شکوہ شکایت نہ کرنا ہی صبر ہے!	49
اللہ صبور نہ ہوتا تو دنیا میں ہر وقت عذاب آتے.....	8	اکثر اندھے، بہرے اور معذور صبر نہیں کرتے !	50
اللہ صبور ہونے کی وجہ سے کفار ومشرکین کو.......	9	شہوت پر صبر کرنے کا طریقہ	51
فتح مکہ میں اللہ کی صفت صبور کا کھلا اظہار!	13	غیر مسلموں کی اذیتوں پر یکطرفہ صبر ہی کامیابی....	52
اللہ صبور ہونے کی وجہ سے گنہگاروں کو سنبھلنے کا موقع	15	قبولِ اسلام کے بعد مصیبتیں برداشت کرنا صبر ہے	56
انسانی بادشاہ کا رعایا کے سدھار کیلئے کوئی پلان نہیں	16	تجارت میں تقویٰ کے ساتھ کم منافع پر صبر کرنا	57
شہنشاہ کائنات کا انسان کے سدھار کا خاص انتظام	17	تنگی وپریشانی میں قناعت کرنا صبر ہے!	57
وہ قہار وجبار بھی ہے!	19	اذیت کے باوجود لوگوں کی مدد کرنا صبر ہے!	59
اس نے درگزر کی ایک مہلت ومدت رکھی ہے!	20	اجتماعی کاموں میں اختلافات کے باوجود اتحاد صبر...	60
شیطان انسان کو توّاب کی طرف پلٹنے نہیں دیتا!	21	بیماری وموت پر اللہ کے فیصلہ پر راضی رہنا صبر ہے	62
صفت صبور پر جتنی نظر ہوگی بندہ میں اتنا صبر پیدا ہوگا	22	صدمہ کی ابتداء ہی میں صبر کامل صبر ہے	64
اللہ کے واسطے صبر کرنے کے طریقے	23	بے حیاء وبے پردہ ماحول میں پردہ کرنا صبر ہے	64
حالتِ ایمان ہی میں صبر پر ثواب ملے گا	25	سیدھی سادی، تقویٰ والی زندگی گذارنا صبر ہے	65
ایمان کی تمام شاخوں میں صبر ہی اصل مغز وجوہر	26	مسلمانوں میں صبر کی کمی سے اسلام کو بڑا نقصان	67
صبر کی نعمت صرف ایمان والے ہی پاسکتے ہیں!	28	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے دو حصے	68
صبر آدھا ایمان ہے!	29	کاروبار میں مسلمان ذاتی غرض وفائدہ کیلئے صبر کرتا	70
صبر کا زیادہ تعلق نفس سے ہے	30	اکثر مسلمان نہ اپنوں سے صبر کرتے اور نہ غیروں سے	75
اسلام نے صبر کا بڑا طریقہ روزہ رکھا ہے!	33	صحابہؓ کے صبر کا فائدہ مکہ والوں ہی کو ہوا!	77
صبر کی عادت نہ ہو تو اسلام کی خلاف ورزی.....!	34	غیر مسلم مسلمان کی بے صبری سے فائدہ اٹھا رہے ہیں	80
انسان کو تین چیزوں پر جمنے کیلئے صبر کی سخت ضرورت	37	اسلام اچھا مذہب! مسلمان عمل سے.......؟؟؟	81
حضرت ایوبؑ کی زندگی صبر کی بہترین مثال	38	مخالفینِ اسلام بے شعور مسلمانوں کی ذہنیت سے واقف	85
حضرت یعقوبؑ ویوسفؑ کی زندگی صبر کی عظیم مثال	41	مصائب کی وجوہات پر نظر رکھنے سے صبر پیدا ہوگا	89
ہر قسم کی ذلت کے باوجود اللہ کا در نہ چھوڑنا	43	صبر کا خلاصہ!	93

☆☆☆☆☆☆☆

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم

اَلصَّبُوْرُ

﴿ وَلَوْ يُعَجِّلُ اللّٰهُ لِلنَّاسِ الشَّرَّ اسْتِعْجَالَهُم بِالْخَيْرِ لَقُضِيَ إِلَيْهِمْ أَجَلُهُمْ فَنَذَرُ الَّذِيْنَ لاَ يَرْجُونَ لِقَاءَ نَا فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُونَ ﴾ (یونس:۱۱)

ترجمہ:۔اگر کہیں اللہ لوگوں کے ساتھ بُرا معاملہ کرنے میں بھی اتنی ہی جلدی کرتا جتنی وہ ان کے ساتھ بھلائی کرنے میں جلدی کرتا ہے تو ان کی مہلت عمل کبھی کی ختم کردی گئی ہوتی (مگر ہمارا یہ طریقہ نہیں ہے) ہم ان لوگوں کو جو ہم سے ملنے کی توقع نہیں رکھتے ان کی سرکشی میں بھٹکنے کے لیے چھوٹ دے دیتے ہیں۔

انسان جتنا زیادہ اللہ تعالی کی صفت ''صبور'' سمجھے گا اتنا ہی اس میں صبر پیدا ہوگا۔

اسمائے الٰہی میں اس نام کا معنی تحمل وضبط کرنے والا، درگزر کرنے والا، گنہگاروں پر نرمی اور رحم کرنے والا، صبر کرنے والا اور صبر دینے والا کے ہیں۔

صبور صبر سے ہے، صبر کے لغوی معنی روکنے کے ہیں، اللہ تعالیٰ چونکہ انسانوں اور جنوں کو سزا دینے اور عذاب دینے میں جلدی نہیں کرتا، مہلت پر مہلت دیتا رہتا ہے اور سزا دینے سے رکا رہتا ہے؛اس لئے وہ ''اَلصَّبُوْرُ'' ہے، وہ انسانوں کو ان کے گناہوں پر عذاب اور سزا دینے میں ضبط وتحمل سے کام لیتا ہے۔

☆ تاریخ انسانی اس بات پر گواہ ہے کہ ہر زمانے میں جب انسانوں نے خدا کو ایک اور اکیلا ماننے سے انکار کیا، اس کے پیغمبروں کو جھٹلایا، کتابوں کا انکار کیا اور پیغمبروں پر ایمان لانے والوں کو ستایا یا پیغمبروں کو مانتے ہوئے ان کی نافرمانی کی تو باوجود اللہ تعالیٰ ہر قسم کی قدرت وطاقت رکھتے ہوئے اور ہر چیز پر محیط ہوتے ہوئے صبور ہونے کی وجہ

سے وہ غضبناک نہیں ہوا، ان کو سنبھلنے، درست ہونے اور توبہ کرنے کا بار بار موقع عطا فرمایا، وہ سزا دینے میں مجبور ومحتاج نہیں، وہ نافرمانوں اور باغیوں کو پکڑنے میں عاجز نہیں، وہ تو ہر چیز پر ہر طرح سے کنٹرول وقدرت رکھتا ہے، اس پر کوئی حکومت کرنے والا نہیں اور نہ اس کو سزا دینے سے روکنے والا کوئی ہے اور نہ ہی اس سے پوچھنے والا کوئی ہے اور نہ ہی اس کو کسی کے پاس جواب دینا ہے، اس کے باوجود وہ اپنی صفت صبور کی وجہ سے گنہگاروں، نافرمانوں اور باغی انسانوں کو سدھرنے سنبھلنے توبہ کرکے رجوع ہونے اور گناہوں کا راستہ چھوڑنے کی بار بار مہلت پر مہلت دیتا رہتا ہے، یہ صرف اس کی صفت صبور کی وجہ سے ہے۔

☆ اس کی قوت وطاقت، دبدبے اور جلال کا یہ عالم ہے کہ نہ کوئی فرشتہ اس کی نافرمانی کرسکتا ہے، نہ کوئی جانور نافرمانی کرسکتا ہے، نہ ہی درخت، پودے، سورج، چاند، ستارے، زمین، آسمان، ہوا، پانی یا خود انسانی جسم کے اعضاء اس کی نافرمانی کر سکتے ہیں۔ ساری کائنات میں صرف انسان اور جن کو آزادی واختیار دینے کی وجہ سے وہ نافرمانی کرتے ہیں، انسان اور جن کے علاوہ کوئی مخلوق اس کی نافرمانی نہیں کرسکتی، وہ انسانوں اور جنوں کو ان کے گناہوں پر مہلت نہ دیتا اور عذاب میں مبتلا کر دیتا، تو ہر شخص عذاب الٰہی کے شکنجے میں پھنس جاتا، اس لئے کہ کوئی شخص ایسا ہو ہی نہیں سکتا جس سے گناہ نہ ہو، اللہ تعالیٰ کی صفت صبور دراصل گنہگاروں پر نرمی کرنے، مہلت دینے اور درگزر کرنے کی ہے۔

اگر اللہ تعالیٰ صبور نہ ہوتا تو بندے کس سے معافی مانگتے؟

اللہ تعالیٰ جس طرح کائنات کی چیزوں کو اکیلا بنانے اور پیدا کرنے والا ہے ، یعنی خالق کائنات ہے اور اکیلا تمام چیزوں کی پرورش اور نگہداشت کرنے والا ہے، یعنی رب کائنات ہے، اسی طرح جب اس نے دنیا کو انسانوں اور جنوں کے لئے امتحان

وآزمائش کی جگہ بنایا ہے، انسانوں اور جنوں کو خیر وشر کی طاقت دی ہے، شیطان کو بھٹکانے کی اجازت دی ہے اور دنیا میں صحیح وغلط دونوں راستے رکھے ہیں ،تو وہ جس طرح اکیلا خالق ہے، اکیلا مالک ہے، اکیلا رب ہے، اکیلا حاکم وقادر ہے تو اسی طرح اس کا صبور ہونا بھی ضروری ہے، اگر وہ صبور نہ ہوتا تو بندوں کو اپنی غلطیوں اور گناہوں سے سدھرنے کی مہلت کیسے ملتی اور وہ اپنے گناہوں کی معافی اور توبہ کے لئے کس کے پاس جاتے ؟ کس کو پکارتے ؟ کس سے معافی مانگتے ؟ اس لئے کہ اللہ کے سوا کوئی دوسرا ان کو معاف کرنے والا نہیں ، درگزر کرنے والا نہیں ، سزا سے بچانے والا نہیں ، سوائے اس کے کوئی دوسرا مہلت دینے والا ہی نہیں ، گناہ کرنے کے بعد انسان ناامید ہو جاتا ، گناہ کی وجہ سے سزا اور عذاب کا مستحق ہو جاتا اور گناہوں کی وجہ سے گناہوں کے بوجھ میں دبا رہتا ، سکون اور چین کی زندگی نہیں گزار سکتا تھا ، عذاب اور سزا کی مقدار بڑھتی ہی جاتی ، وہ صبور نہ ہوتا تو فوراً ہر طرف دنیا میں عذاب ہی عذاب نازل ہوتا رہتا اور انسانوں اور جنوں کا امتحان بھی نہیں لیا جا سکتا تھا۔

دنیا کو امتحان گاہ بنانے کے بعد مالک کا صبور ہونا ضروری ہے!

اس نے جب دنیا کو امتحان وآزمائش کی جگہ بنا کر انسانوں اور جنوں کو آزادی و اختیار دیا ہے، اچھے بُرے عمل کرنے کی جگہ بنایا ہے اور آخرت کو جزاوسزا کی جگہ بنایا ہے تو اسے صبور ہونا ضروری ہے ؛ اس لئے کہ وہ کسی کو سر کی آنکھوں سے نظر نہیں آتا ، اس نے بندوں پر یہ ذمہ داری رکھی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کو دیکھے بغیر ، پہچان کر غیب پر ایمان لائیں ۔ ایسی صورت میں بندے غلطی کر سکتے ہیں ، اپنے مالک کا انکار بھی کر سکتے ہیں ، یا اس کو پہچاننے میں غلطی کر کے مالک کے ساتھ دوسروں کو شریک بھی کر سکتے ہیں ، ان کی اس غلطی کو سدھرنے اور سنبھلنے کا موقع دینے کے لئے مالک کائنات کا صبور ہونا ضروری ہے۔ شیطان کسی کو نظر نہیں آتا ، اس نے انسانوں کو ہر طرف سے بھٹکانے کی اجازت

لے رکھی ہے، انسان کا نفس شیطان کا گھوڑا بن سکتا ہے، شیطان انسانوں کے خون میں دوڑ سکتا ہے، شیطان انسانوں پر قابو پا کر اوران کے نفس کو اپنا غلام بنا کر وہ اللہ تعالیٰ سے دور کر سکتا ہے، انسانوں کو گمراہی کے راستے پر اور جہنم کے راستے پر چلا سکتا ہے، ایسی صورت میں انسانوں کو سنبھلنے کا موقع ملنا ضروری ہے؛ اس لئے مالک کائنات کا صبور ہونا ضروری ہے۔

دنیا کی اس زندگی میں صحیح راستے یعنی جنت کے راستوں میں تکالیف اور مصیبتیں رکھی گئیں، محنت اور مشقت رکھی گئی۔ جہنم کے راستوں میں مزہ لطف اور آسانی رکھی گئی، سہولت، اور عیش و آرام رکھا گیا، ایسی صورت میں انسان دھوکا کھا کر غلطی کر سکتا ہے، مزے، آسانی اور خواہشات کے پورا ہونے کی وجہ سے جہنم کے راستوں پر دوڑ سکتا ہے؛ اس لئے ایسی صورت میں مالک کائنات کا صبور ہونا ضروری ہے۔

اللہ تعالیٰ دنیا کو امتحان گاہ بنا کر امتحان کی خاطر خوشی و غم، کامیابی و ناکامی، اور نفع و نقصان کے مختلف حالات لاتا ہے۔ انسان پیغمبر کی لائی ہوئی تعلیمات سے پوری طرح فائدہ نہ اٹھائے، تو غلطی کر سکتا ہے اور مختلف حالات میں عبدیت و بندگی میں نافرمانی، گناہ اور کمی کر سکتا ہے، ناشکرہ بھی بن سکتا ہے؛ اس لئے کائنات کے مالک کا صبور ہونا ضروری ہے ورنہ انسان اور جن اس امتحان گاہ میں کامیاب نہیں ہو سکتے۔

جس طرح دنیا کے امتحان گاہ میں ایک بچے کو وقت، مہلت اور آزادی دی جاتی ہے، جس کی وجہ سے وہ اتنے وقت اور مہلت میں صحیح یا غلط جوابات لکھ سکتا ہے، اسی طرح اللہ تعالیٰ کا صبور ہونے کے ناتے امتحان کا وقت ختم ہونے تک عذاب اور سزا دینے سے رُکا رہنا ضروری ہے؛ اس لئے وہ صبور ہے۔

اگر اللہ تعالیٰ صبور نہ ہوتا تو دنیا میں ہر وقت عذاب آتے رہتے

اگر اللہ تعالیٰ صبور نہ ہوتا اور انسانوں اور جنوں کو سزا دینے میں جلدی کرتا، تو ان کے گناہ کرتے ہی عذاب نازل ہو جاتا، اس طرح دنیا کے اس امتحان گاہ میں انسانوں اور جنوں کی بداعمالیوں کی وجہ سے ہر وقت عذابوں کی بارش ہی بارش ہوتی اور ہر وقت دنیا کا نظام بگڑا ہوا ہوتا، رات دن زلزلے آتے، کہیں طوفان کہیں طغیانی اور سونامی آتے اور کہیں قحط پڑتا، کہیں بارش نہ ہوتی، کہیں بیماریاں ہی بیماریاں آتیں، کہیں آندھی آتی، کہیں ہواؤں کا طوفان آتا، کہیں ظالم اور سخت حکمراں ہوتے، قتل وخون خرابا ہوتا، غذاؤں کی قلت، پانی کی قلت، ترکاریوں کی قلت، غرض ضروریات زندگی کی تکالیف ہی تکالیف ہوتی؛ اس لئے اس امتحان گاہ کے مالک کو صبور ہونا ضروری ہے۔

اللہ تعالیٰ ہر قسم کی قدرت رکھنے کے باوجود درگذر کرنا چاہتا ہے

جب حضرت ابراہیمؑ کو کائنات کا مشاہدہ کرایا جارہا تھا تو آپ نے زمین پر ایک مرد کو عورت کے ساتھ زنا کرتے دیکھا اور اسی وقت بددعا کی اور وہ دونوں اسی وقت ہلاک ہو گئے، ایک دوسرے شخص کو گناہ کی حالت میں دیکھا، آپ نے اس کے حق میں بھی بددعا فرمائی اس وقت وحی الٰہی آئی: اے ابراہیم میرے بندوں سے درگزر کرو کہ یہ تین کاموں میں سے ایک کام کریں گے، یا توبہ کریں گے اور میں ان کی توبہ قبول کرونگا، یا وہ مغفرت پائیں گے، ان کو میں بخش دوں گا، یا ان کی اولاد پیدا ہوگی، جو میری بندگی کرے گی، کیا تم نہیں جانتے کہ میرے ناموں میں سے ایک نام ''صَبُور'' ہے؟ (کیمیائے سعادت:۷۱۰)

یقیناً تمہارا رب سزا دینے میں تیز دست ہے اور یقیناً وہ درگذر اور رحم سے بھی کام لینے والا ہے۔ (الاعراف:۱۶۷)

اللہ تعالیٰ صبور ہے اس لئے کفار و مشرکین کو برداشت کر رہا ہے!

﴿ وَلَوۡ يُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ بِظُلۡمِهِم مَّا تَرَكَ عَلَيۡهَا مِن دَآبَّةٍ وَلَٰكِن يُؤَخِّرُهُمۡ إِلَىٰٓ أَجَلٍ مُّسَمًّى ﴾ (النحل:٦١)

اگر کہیں اللہ لوگوں کو ان کی زیادتی پر فوراً ہی پکڑ لیا کرتا تو روئے زمین پر کسی متنفس کو نہ چھوڑتا، لیکن وہ سب کو ایک وقت مقرر تک مہلت دیتا ہے۔

ذرا غور کیجئے! اللہ تعالی ہر چیز پر قدرت وطاقت اور کنٹرول رکھتے ہوئے کیسا حکیم ودانا ہے کہ وہ اپنی صفت صبور کے ذریعہ بندوں کا فائدہ چاہتا ہے۔ بندوں کی نافرمانی اور بغاوت کو ہر طرح سے درگزر کرتا ہے۔

وہ شہنشاہ کائنات اور آسمانوں وزمینوں کا مالک ہونے کے باوجود ایسا انسان جو رات دن اس کی زمین پر رہتا ہے، اس کے آسمان کے نیچے سوتا، اس کی ہوا استعمال کرتا ہے، اس کا پانی پی کر پیاس بجھاتا ہے اور اس کی غذاؤں سے اپنی بھوک مٹاتا ہے، اس کے باوجود وہ اپنے مالک حقیقی کا انکار کر کے کافر بنا رہتا ہے۔ مالک کو ہی نہیں مانتا، مالک کے خلاف زبان استعمال کرتا اور اپنی قوت، روپے پیسے کو مالک کی بغاوت میں استعمال کرتا ہے، کافر، دہریہ اور ملحد بنا رہتا ہے، مگر اللہ تعالیٰ صبور ہونے کے ناتے کافروں کو ان کی زندگی پوری ہونے تک مہلت دیتا ہے اور دوسرے تمام بندوں کے ساتھ ساتھ ہوا، روشنی، پانی اور دنیا کی بہت ساری نعمتیں دیتا ہے۔

☆ عموماً حضرت ابراہیمؑ ہر روز اپنے ساتھ کسی کو کھانے میں شریک کر کے کھانا کھاتے تھے، ایک مرتبہ ایک بوڑھا جو ۸۰ سال کا تھا اس کو کھانے پر بلایا، اس نے اللہ کا نام لئے بغیر کھانا شروع کر دیا، ابراہیمؑ کو بہت برا لگا، انہوں نے اس شخص کو کھانے پر سے اٹھا دیا، وحی آئی، اے ابراہیم! تم اس کو تھوڑی دیر برداشت نہ کر سکے، ہم ۸۰ سالوں سے باوجود وہ

ہمارا نام نہیں لیتا برداشت کر رہے ہیں اور برابر اس کو رزق دے رہے ہیں۔

☆ اسی طرح لاکھوں کروڑوں انسان اللہ کو برائے نام مانتے، مگر پہچانتے نہیں، وہ اللہ کے علاوہ سورج، چاند، زمین، ہوا، پانی وغیرہ کے بھی علحدہ علحدہ خدا مانتے ہیں، ان کو خوش کرنے کے لئے ان کی عبادت گاہیں علحدہ بنا کر پوجتے ہیں، یا پھر خدا کے ساتھ بیوی، بچوں اور اہل وعیال کا تصور رکھتے ہیں، کسی نے بیویاں بناڈالیں، کسی نے بیٹیاں بناڈالیں اور کسی نے بیٹے بنا کر اللہ پر بہت بڑا بہتان لگایا اور گندہ وناپاک عقیدہ قائم کرلیا، کسی نے اس کی یاد قائم کرنے کے لئے اس کی بدصورت خیالی مورتیاں مٹی، پتھر، لکڑی یا دھاتوں کی بناڈالیں اور ان کی پرستش کرتے ہیں، ان سے دعائیں مانگتے اور ان کے آگے جھکتے ہیں۔

☆ یہ تمام حرکتیں ہر روز زمین پر ہوتی رہتی ہیں، دنیا کے بادشاہ کے سامنے اگر اس کی جگہ پر کسی دوسرے انسان کو بادشاہ کہا جائے تو وہ اپنی توہین، بے عزتی اور بغاوت سمجھتا ہے اور اس کو برداشت نہیں کرتا، دوسرے کو بادشاہ ماننے والوں پر چڑھائی کر کے ان کو قتل کر ڈالتا ہے یا ملک سے باہر نکال دیتا ہے، جبکہ اس کی حکومت مختصر مدت تک کے لئے ہوتی ہے اور وہ لوگوں کی مدد اور سہارے کی وجہ سے حکومت کرتا ہے۔ اس کے وزیر خود اس کے ساتھ بغاوت کر سکتے ہیں، وہ اتنا مجبور ومحتاج ہونے کے باوجود پھر بھی دوسرے کو بادشاہ ماننا برداشت نہیں کر سکتا، مگر کائنات کے حقیقی شہنشاہ کو دیکھئے جو کسی کی مدد سے اس کائنات کا مالک نہیں بنا اور نہ کوئی اس کے برابر اور اس جیسا ہے نہ اس کو کوئی ہٹا سکتا یا بغاوت کر سکتا ہے، وہ کسی کو ذلیل کرنا چاہے تو کوئی اس کو روکنے والا نہیں، وہ کسی کو سزا دینا چاہے تو کوئی اس کی سزا سے بچانے والا نہیں، انسان اس کے سامنے کوئی حیثیت ہی نہیں رکھتا، حقیر سی طاقت اللہ ہی کی دی ہوئی رکھتا ہے، کمزور اور ناتواں اتنا ہے کہ ایک گلاس پانی جو وہ پیتا ہے بغیر اپنے مالک کی مہربانی کے خارج نہیں کر سکتا۔ ہوا نہ ملے تو دم گھٹ کر مر جائے پھوڑا پھنسی ہو تو برداشت نہیں کر سکتا، جب وہ گمراہ ہوتا اور شیطان کی چکر میں آتا ہے تو مالک کائنات کی جگہ ناکارہ، بے حقیقت، بے وزن وبے

کار اور گھٹیا چیزوں کو خدا بناتا اور ان کی پرستش کرتا اور ان سے حقیقی خدا سے بڑھ کر محبت کرتا ہے، مگر مالک کائنات صبور ہونے کی وجہ سے یہ سب برداشت کرتا، درگزر کرتا اور ان کو بھی دنیا کی تمام نعمتیں برابر دیتا رہتا ہے؛ بلکہ دنیا ان کے لئے جنت بنا دیتا ہے اور صبور ہونے کے ناتے ان کو اپنے شرک سے نکلنے اور سنبھلنے کا زندگی بھر موقع دیتا ہے، اپنے بندوں کی اس خطرناک گمراہی پر بھی ان کو فوراً عذاب دینے سے رکا رہتا ہے اور مہلت پر مہلت دے کر سنبھلنے کا موقع دیتا ہے۔

مشرک و کافر انسان اللہ کی زمین پر اپنی بڑائی چلاتے اور اللہ کے قانون کا انکار کر کے اپنے قانون نافذ کرتے، ہر قسم کی برائی پھیلاتے، اللہ کے بندوں پر ظلم کرتے، ان کو قتل کرتے، ان کی دکانیں، مکانات اور مالوں کو لوٹتے، ان کو وطن سے بے وطن کرتے، ناانصافی اور تعصب کرتے، ان کو نوکری اور تجارت کرنے نہیں دیتے، قرآن مجید نے ان کی بہت سی حرکتوں کو پیش کر کے ظالمانہ حرکتوں کو بتلایا، قرآن وحدیث میں اصحاب اخدود کا قصہ بیان کیا گیا کہ محض ایمان لانے کی وجہ سے ان کو آگ کے گڑھوں میں ڈال کر زندہ جلا دیا گیا۔ (البروج)

☆ فرعون نے بنی اسرائیل کے ہزاروں مرد بچوں کو اپنی حفاظت کی خاطر شہید کر دیا، پھر اس نے اپنے ہی جادوگروں کے ایمان لانے پر انکا ایک ہاتھ اور ایک پیر کاٹنے کی دھمکی دی اور بنی اسرائیل کو غلام بنا کر رکھا۔ اس نے ایک بلند مقام سے آسمان کی طرف تیر مار کر خدا کو نعوذ باللہ مارنے کا ارادہ ظاہر کیا اور اپنی بیوی حضرت آسیہؓ کے ایمان قبول کرنے پر جب اس کو پتہ چلا تو اس نے حکم دیا کہ آسیہ کو مختلف سزائیں دی جائیں تاکہ وہ ایمان سے منحرف ہو جائیں؛ لیکن بی بی آسیہؓ ثابت قدم رہیں، تب فرعون نے میخیں منگوائی اور ان کے جسم پر میخیں گڑوا دی اور پھر کہا کہ اب بھی وقت ہے ایمان چھوڑ دو؛ مگر بی بی آسیہ نے جواب دیا تو میرے وجود پر کچھ قادر ہے لیکن میری روح اور دل میرے رب کی پناہ میں ہیں، اگر تو میرا ہر عضو بھی کاٹ دے تب بھی اللہ کی محبت میرے دل سے

نہیں نکال سکتا، میرا تعلق اللہ سے بڑھتا ہی جائے گا، حضرت موسیٰ علیہ السلام کا وہاں سے گذر ہوا بی بی آسیہ نے حضرت موسیٰ سے پوچھا کیا میرا رب مجھ سے راضی ہے یا نہیں؟ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: آسیہ آسمان کے فرشتے تیرے انتظار میں ہیں اور اللہ تعالیٰ تیری اطاعت پر فخر کرتا ہے، اللہ سے دعا کر اللہ تیری ہر حاجت پوری کر دے گا آسیہ نے تکالیف میں صبر کرتے ہوئے اپنے رب سے دعا مانگی کہ اے میرے رب میرے لئے اپنے جوارِ رحمت (جنت) میں محل بنا دے اور مجھے فرعون اور اس کے ظالموں سے نجات عطا فرما، حضرت سلیمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ بی بی آسیہ کو دھوپ میں لٹا کر تکالیف دی جاتی تھی، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت آسیہ کو دھوپ میں لٹا کر چار میخیں ان کے جسم میں ٹھوک دی اور سینے پر چکی کے پاٹ رکھ دیئے ایسی حالت میں بھی بی بی آسیہ برابر اپنے رب کو پکارتی رہتی تھیں۔ (مشکوۃ القلوب) مگر اللہ تعالیٰ نے صبور ہونے کے ناتے فرعون کو بار بار سنبھلنے کا موقع عطا فرمایا۔

☆ قرآن وحدیث سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ ہر زمانے میں کہیں پیغمبروں کا قتل کیا گیا، کہیں لوہے کی کنگھیوں سے انسانوں کے جسموں کا گوشت نوچا گیا، کہیں ان کا ساتھ دینے والوں کو مارا پیٹا گیا۔

☆ اصحاب کہف کو محض اللہ پر ایمان لانے اور شرک سے انکار کرنے کی وجہ سے قتل کا حکم دیا گیا، ہر زمانے میں اللہ کو ماننے والوں پر ظلم کے پہاڑ توڑے گئے، وطن سے بے وطن کیا گیا، گھر بار اور مال و دولت لوٹے گئے، کہیں ان کی عورتوں کی عصمت ریزی کی گئی، کہیں حاملہ عورتوں کے پیٹوں میں خنجر مار کر بچے نکالے گئے اور ان کو کاٹا گیا، کہیں عورتوں کی چھاتیوں کو کاٹا گیا، کہیں ماں باپ کے سامنے بیٹیوں کی عصمت لوٹی گئی، کہیں ان کی عبادت گاہوں کو توڑا گیا۔

☆ مکہ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے صحابہ پر ظلم کے پہاڑ توڑے گئے؟ صحابہ کو گرم گرم ریت اور انگاروں پر ننگا لٹا دیا گیا، مارا پیٹا گیا گالیاں دی گئیں، کہیں گرم گرم

کھولتے ہوئے تیل میں پھینک دیا گیا، کہیں قتل کر کے آنکھوں، کانوں، اور دل کا مثلہ کیا گیا، کہیں جسم کے اعضاء الگ الگ کاٹے گئے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مار پیٹ کی گئی، گلے میں چادر ڈال کر پھانسی دینے کی کوشش کی گئی۔ اونٹ کی اوجھڑی ڈالی گئی، طائف کے سفر میں آوارہ لڑکوں کو لگا کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہنسی اڑائی گئی، پتھر مارے گئے، سر سے پیر تک اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو زخمی کیا گیا یہاں تک کہ جوتوں میں خون اتر گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم زخمی ہو کر بیٹھ جاتے تو بازو تھام کر کھڑا کیا جاتا اور چلنے پر پھر پتھر مارے جاتے، گالیاں دیتے ہوئے تالیاں بجائی جاتیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ میں جادوگر، مجنوں، پاگل اور کذاب کہا گیا، آپ کا اور صحابہ کا معاشرتی بائیکاٹ کیا گیا، شعب ابی طالب میں تین سال تک محصور کر دیا گیا، خرید و فروخت بند کر دی گئی، کھانے اور غذا کا سامان تک وہاں بھیجنے پر کڑی نظر رکھی گئی، مشرکان مکہ صحابہ میں پھوٹ ڈالنے کی تدبیریں سوچتے، قبیلوں میں بدظنی پھیلانا چاہتے تھے، مدینہ پر بار بار حملے کرنا چاہتے تھے، یہود اور منافقوں سے ساز باز کر کے مسلمانوں کو چین سے رہنے نہیں دیتے تھے بالآخر اللہ کے حکم سے حضور و صحابہ کو مکہ چھوڑنا پڑا۔ اللہ تعالیٰ صبور ہونے کے ناتے یہ سب دیکھ رہا تھا، مشرکان مکہ کو عذاب اور سزا دینے سے رکا رہا اور مہلت و چھوٹ دی، تاکہ سنبھل جائیں۔

فتح مکہ میں اللہ تعالیٰ کی صفت صبور کا کھلا اظہار

جب مکہ فتح ہوا تو اللہ تعالیٰ کی صفت صبور کا کھلے طور پر اظہار اس شکل میں ہوا کہ مکہ میں اسلامی فوجیں داخل ہو جانے کے باوجود اور مکہ پوری طرح فتح ہو جانے کے باوجود، کسی کا قتل کئے بغیر عام معافی کا اعلان کیا گیا اور یہ بھی اعلان کیا گیا کہ جو کعبۃ اللہ میں اور ابوسفیان کے گھر میں پناہ لے لیں ان کو امان دی جائے گی، امیر لشکر نے ابوسفیان کو دیکھ کر یہ نعرہ لگایا تھا کہ آج بدلے کا دن ہے، آج اینٹ سے اینٹ بجا دی جائے گی،

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان فرمایا کہ آج کعبہ کی عظمت کا دن ہے، انسانوں پر رحم کیا جائے گا، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی مکہ میں داخل ہورہی تھی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سر فاتح ہونے کے باجود اللہ کی حمد وشکر بیان کرتے ہوئے جھکا ہوا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم انکساری کے ساتھ اور رحم کرنے والے کی حیثیت سے مکہ میں داخل ہوئے، بڑے بڑے اسلام کے مخالفوں اور دشمنوں تک کو معاف کیا، ابوسفیان جیسے لوگ بھی اسلام میں داخل ہوئے۔عکرمہ بن ابوجہل اور وحشی بن حرب جیسے لوگوں کو بھی معافی دی گئی، یہ سب اللہ تعالیٰ کی صفت صبور کا ظہور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ سے ظاہر ہوا، جس کی وجہ سے ہزاروں لوگوں کو صحابیٔ رسول بننے اور اسلام میں داخل ہونے اور ایمان سے منور ہونے کا موقع ملا۔ یہ صرف اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے درگزر، تحمل اور برداشت کرنے کی وجہ سے ہوا، ورنہ ہزاروں لوگ ایمان سے محروم ہوجاتے اور جہنم کے حوالے ہوجاتے۔

دنیا کی دوسری قومیں اس طرح کا مظاہرہ نہیں کرسکتیں

دنیا کی غیر مسلم قومیں اس طرح صبر وتحمل کا مظاہرہ نہیں کرسکتیں، جب دنیا کی غیر مسلم قوموں کو اس طرح کی کامیابی اور فتح ملتی ہے اور وہ جس شہر اور علاقے میں داخل ہوتے ہیں، تاریخ انسانی یہ بتلاتی ہے کہ انہوں نے خوب بدلہ لیا، قتل، خون اور غارت گری کا بازار گرم کیا، انسانوں کے خون کی ندیاں بہاڈالیں، عورتوں کی عصمت لوٹ کر ان کو حاملہ کردیا، غلام اور لونڈی بنالئے، مال ودولت اور زمین ومکان پر قبضے کرلئے، کھیتیوں اور باغات کو جلاڈالا، عورتوں، بچوں اور بوڑھوں کو بھی قتل کیا، غرض انہوں نے بدلہ کے جنون میں ساری آبادی کو تہس نہس کردیا، وہ صبر جانتے ہی نہیں۔

تاریخ میں فتح مکہ کے موقع پر مسلمانوں کے صبر کی مثال کسی دوسری قوموں سے آج تک ثابت نہیں ہے اور نہ ہی دوسری قومیں اس طرح سے صبر کی مثال پیش کرسکتی ہیں

اور نہ صبر کی حکمتوں و مصلحتوں سے واقف ہوتی ہیں، اللہ کے حکم کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صبر کا مظاہرہ کیا۔ دوسری قوموں کو جب فتح یا نا کامی ہوتی ہے تو وہ فتح کی خوشی میں پاگل ہو کر ناچتے گاتے ہیں، شراب کے دور چلاتے، زنا اور عیاشی میں لگ جاتے یا پھر نا کامی کی صورت میں بدحواس ہو کر خودکشی کر لیتے، آگ لگا لیتے یا بزدلی اور موت کے خوف سے گرفتار ہو جاتے اور ہمت ہار جاتے ہیں؛ مگر ایمان والے شکر کرتے یا صبر کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ صبور ہے اس لئے گنہگاروں کو سنبھلنے کا موقع ملتا ہے!

اللہ تعالیٰ صبور ہے، اس نے ہر زمانے میں اپنے پیغمبر اور ان کے ساتھیوں کی جو تربیت فرمائی اور فتح مکہ کے وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اور مسلمانوں سے جو صبر کا مظاہرہ کروایا وہ صرف اور صرف اللہ کی صفت صبور کا اظہار تھا، جس کی وجہ سے ہزاروں انسانوں کو اسلام میں داخل ہونے اور ایمان قبول کرنے کا موقع ملا، اگر اللہ تعالیٰ صبور نہ ہوتا اور مشرکان مکہ کی شرارتوں اور مشرکانہ اعمال پر فوراً سزا دیتا یا عذاب دیتا رہتا یا سزا اور عذاب دینے میں جلدی کرتا اور ان کو سنبھلنے کی مہلت اور موقع نہ دیتا تو جتنے صحابہ فتح مکہ کے وقت اسلام میں داخل ہوئے اور ایمان لائے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحبت یافتہ بنے ان کو اسلام کی دولت لوٹنے کا موقع ہاتھ نہ آتا۔ ان کی دنیا کی زندگی برباد ہو کر وہ ناکام زندگی کے ساتھ دنیا سے چلے جاتے، ان کو ایمان و اسلام کی دولت دیر ہی سے صحیح صرف اللہ کے صفت صبور کی ہی وجہ سے ملی؛ اس لئے کہ اس نے عفو و درگزر، تحمل وضبط اور رحم کرتے ہوئے ان کو سنبھلنے کا موقع عنایت فرمایا۔

اس طرح وہ ہر زمانے میں مشرکوں اور کافروں کو ان کی زیادتیوں اور نافرمانیوں پر درگزر کرتے ہوئے سنبھلنے کا موقع دیتا رہتا ہے۔ اس نے قرآن مجید میں حضرت یونسؑ کا تذکرہ کر کے بتلایا کہ جب ان کی قوم نے توبہ کر لی تو وہ ان پر عذاب کو روک دیا اور یونسؑ

پر گرفت قائم کردی، انسان اس کی مہلت اور چھوٹ کو کمزوری نہ سمجھے، بلکہ یہ اس کی حکمت اور دانائی ہے، وہ اپنے بندوں کا فائدہ چاہتا ہے وہ حکیم ودانا ہونے کی وجہ سے صبور ہے، اس کا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں، کافر اور مشرک جن ایمان والے بندوں پر ظلم وزیادتی کرتے، ان کو ستاتے ان کی جان ومال کو لوٹتے اور زمین ان کے لئے تنگ کردیتے ہیں، ان کے صبر کرنے پر وہ ان کو اپنے پاس بڑے بڑے درجات دے گا اور بے انتہاء نعمتوں اور اجر سے نوازے گا اور ان کے درجات بلند کرے گا۔

انسانی بادشاہ اپنی رعایا کے سدھار کے لئے کوئی پلان ہی نہیں بناتا

دنیا کی اس زندگی میں انسان جب کسی ملک پر حکومت کرتا ہے تو وہ مطلق رحم نہیں کرتا، ڈکٹیٹرشپ چلاتا ہے، اپنی ذراسی بھی نافرمانی برداشت نہیں کرتا، وہ نہ اپنی عوام کے سدھار کے لئے کوئی پلان بناتا ہے اور نہ اس کو عوام کے سدھار ودرستگی اور کامیابی کی فکر ہوتی ہے، وہ اپنے بنائے ہوئے قانون، پولس اور عدالت کے ذریعے سزا اور جرمانے وغیرہ نافذ کرتا رہتا ہے، اس کی حکومت میں کوئی بغاوت کردے تو وہ فوراً اسے کچل دیتا ہے اور باغی انسانوں کو پکڑ کر قید کردیتا یا قتل کرڈالتا ہے، وہ حکومت کرنے کے ناتے اپنی رعایا کی دنیوی تعلیم، غذائیں، دوائیں، سواریوں اور دواخانوں وغیرہ کا انتظام کرتا ہے، مگر انسانوں کی روحانیت کو درست کرنے کا کوئی پروگرام نہیں بناتا، الٹا وہ گناہوں کو ہوا دیتا ہے، سود، جوا، شراب اور زنا کی اجازت دیتا ہے اسی لئے لوگ شراب وزنا، چوری، قتل، لوٹ مار کرتے ہیں۔

دنیا کے حکمراں کے پاس انسانوں کے سدھار کے لئے کوئی پلان، مہلت اور معافی نہیں ہوتی، وہ سزا کے ذریعے جرمانے لگا کر یا جیل میں قید کرکے عوام کو درست کرنے کا طریقہ رکھتا ہے، اس سے نیک اور شریف آدمی بھی جیل جانے کے بعد خراب ہو جاتا ہے، انسانی تاریخ گواہ ہے کہ جتنے انسانوں کو جیل میں رکھا گیا جرمانے لگائے گئے وہ

سدھرنے کے بجائے الٹا مزید بگڑ گئے۔ اس کے قانون میں بھی ظلم وزیادتی ہوتی ہے وہ اپنے قانون سے عوام پر ٹیکس، جرمانوں اور سود وصول کر کے بوجھ ڈالتا ہے، اس کے عہدیدار اور پولس الٹا بگڑے ہوئے انسانوں سے رشوت لے کر ان کو مزید بگاڑ دیتے ہیں، غنڈوں اور چوروں کو لٹیرا بنا دیتے ہیں، اس لئے اللہ کی بادشاہی میں اور انسانوں کی بادشاہی میں کوئی برابری اور مثال ہی نہیں۔

کائنات کے شہنشاہ نے انسانوں کے سدھار کا خاص انتظام کیا

تیرا رب بڑا درگذر کرنے والا اور رحیم ہے، وہ ان کے کرتوتوں پر انہیں پکڑنا چاہتا تو جلدی عذاب بھیج دیتا، مگر ان کے لیے وعدے کا ایک وقت مقرر ہے وہ اس سے بچ کر بھاگ نکلنے کی کوئی راہ نہ پائیں گے۔ (الکہف:۵۸)

کائنات کے شہنشاہ نے ایک طرف شیطان کو پوری مہلت دی ہے تو دوسری طرف اس امتحانی زندگی میں کامیاب ہونے کے لئے پیغمبروں کے ذریعہ سیدھا اور کامیابی کا راستہ بتلانے کا انتظام بھی کیا ہے اور پیغمبروں پر کتاب نازل کر کے انسانوں کو فطری قانون دیا، پھر اس ہدایت اور پیغمبر کے انکار کرنے پر ان کو مہلت پر مہلت دیتا رہتا ہے، سنبھلنے کا موقع دیتا رہتا ہے، دن رات اپنے خاص بندوں سے معروف ومنکر کرواتا رہتا ہے، ہر جمعہ وعظ ونصیحت اور دروس قرآن کے ذریعہ انسانوں کو سدھارنے کا زبردست انتظام کرواتا ہے، پھر بار بار غلطی ونافرمانی پر معاف بھی کرتا رہتا ہے، درگزر سے کام لیتا ہے جس طرح ایک بچے کو پڑھائی کے دوران، سبق پڑھانے اور سمجھانے کے دوران استاد صبر وتحمل سے کام لیتا ہے۔

اس نے اپنے بندوں کے گناہوں کو معاف کرنے کے لئے کئی طریقے رکھے، کہیں عبادتوں کے ذریعہ گناہ معاف کرتا رہتا ہے، کہیں خیر خیرات اور زکوۃ وصدقات پر گناہ معاف کرتا رہتا ہے، کہیں بخار اور دوسری بیماریوں اور مصیبتوں اور تکالیف پر گناہ

معاف کرتا ہے، کہیں یتیموں اور مسکینوں کی مدد کرنے پر گناہ معاف کرتا ہے، کہیں وضو غسل، طہارت پر گناہ معاف کرتا ہے اور کہیں زنا نہ کر کے جائز طریقے پر نفسانی خواہش پوری کرنے پر گناہ معاف کرتا ہے، اس نے عورتوں کو جہنم سے نجات دینے کے لئے اپنے شوہروں کی اطاعت وفرمانبرداری کرنے، ان کو راضی رکھنے اور کثرت سے صدقہ وخیرات کرنے کی تعلیم دی ہے، یہ سب اس کی صفت صبور کو ظاہر کرتے ہیں کہ وہ اپنے بندوں کو گناہ کرتے ہی عذاب دینے میں جلدی نہیں کرتا، ان کو درگزر کر کے دنیا ہی میں معاف کر دینا چاہتا ہے، اس کو سزا دینے میں نہ مزہ آتا ہے اور نہ کچھ فائدہ ہے، وہ تو مختلف حیلوں اور بہانوں سے اپنے بندوں کے گناہوں پر پردہ ڈال کر معاف کرتا رہتا ہے۔

اگر وہ سزا دینے اور عذاب دینے میں جلدی کرتا تو انسان مہلت اور آزادی سے محروم ہو جاتا اور اس کو سنبھلنے وسدھرنے کا موقع ہی نہیں ملتا، وہ ہر قسم کی طاقت وقدرت اور قوت رکھ کر انسانوں کو مہلت پر مہلت دیتا رہتا ہے، عقلمند اور سمجھدار انسان اس کی اس مہلت پر سنبھل جاتے اور اپنی سدھار کر کے اس کے فرمانبردار بندے بن جاتے ہیں، بیوقوف اور نادان انسان اس کی صفت صبور کو نہ سمجھنے پر مزید گنہگار بن جاتے ہیں۔

☆☆☆☆☆☆

☆☆☆☆

☆☆

☆

وہ قہار و جبار بھی ہے

﴿إِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِيْدٌ﴾ (البروج:۱۲)

درحقیقت تمہارے رب کی پکڑ بہت سخت ہے۔

وہ صبور ضرور ہے اور اس کی رحمت ساری چیزوں پر چھائی ہوئی ہے؛ مگر بعض اوقات ظالموں، سرکشوں اور نافرمانوں کو ان کی سرکشی پر دنیا سے ختم کر دیتا ہے اس کی پکڑ بڑی سخت ہے، وہ قہار و جبار بھی ہے، وہ تحمل اور درگزر اور مہلت ایک مدت تک دیتا ہے، پھر وہ ظالموں کو نہیں چھوڑتا، اس نے ابرہہ کے لشکر کو مکہ تک آنے دیا اور خانہ کعبہ کے قریب معمولی پرندوں کو بھیج کر ختم کروادیا، اس کے تمام لشکر کو ذلت میں مبتلا کیا، فرعون کو مہلت پر مہلت دیتا گیا اس نے اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰی کا دعویٰ بھی کیا جب وہ اپنی نافرمانی سے باز نہیں آیا اور خدا کو ماننے سے انکار کیا تو اس کو پانی میں غرق کر کے ختم کر دیا مرتے وقت اس نے ایمان لانے کا اعلان کیا، مگر اس کے اس اقرار کو قبول نہیں کیا گیا، قوم لوط کو حضرت لوطؑ کے ذریعہ خوب سمجھایا اس کے باوجود قوم نے ان کی بات نہیں سنی تو پتھروں کی بارش سے ختم کیا، عاد و ثمود کو اپنے ہنر و طاقت پر بڑا گھمنڈ تھا، ان کو ہوا کی آندھی سے ختم کیا، نوحؑ کی قوم کو ایک ہزار برس تک سمجھاتا رہا، مگر نوحؑ کی قوم نافرمانی پر ہی جمی رہی، نوحؑ کے بیٹے، بیوی اور ان کی تمام نافرمان قوم کو پانی کے طوفان میں ختم کیا، قارون کو اپنی دولت پر بڑا گھمنڈ تھا اس کو اس کی دولت کے ساتھ زمین میں دفن کر دیا، نمرود کو معمولی مچھر کے ذریعہ ذلیل کیا، مشرکانِ مکہ جب اپنی نالائقیوں سے باز نہیں آئے اور اللہ کے پیغمبر کو قتل کرنا چاہا تو جنگ بدر میں مکہ کے بڑے بڑے سرداروں کا صفایا کروادیا، ابوجہل کو تو دو چھوٹے بچوں سے قتل کروادیا، ان سب کی ذلت آمیز موت ہوئی۔ وہ صبور ہونے کے ناتے ایک حد تک ایک مقررہ مدت تک مہلت پر مہلت دیتا

ہے پھر اس آزادی کو ختم کر دیتا ہے اور اپنے عذاب میں دنیا ہی سے جکڑ لیتا ہے، اس نے قرآن مجید میں اپنی رحم اور چھوٹ کی اور اپنی پکڑ اور سزا دونوں طرح کی تعلیم دی ہے؛ تا کہ اس کے بندے اس سے ڈریں، امید بھی رکھیں اور نا امید نہ ہوں اور اس سے رجوع ہو کر توبہ کریں اور اپنی زندگی سدھار لیں۔

اس نے درگذر کرنے کی ایک مہلت و مدت رکھی ہے

اس نے انسانوں کی مہلت اور سدھرنے کا عام طریقہ یہ رکھا کہ بندہ گناہ ہوتے ہی اس سے معافی مانگ کر توبہ کر لے، یا پھر سکرات شروع ہونے سے پہلے پہلے توبہ کر کے ایمان قبول کر لے، سکرات کے شروع ہوتے ہی وہ اپنی صفت صبور کا اظہار ختم کر دیتا ہے اور حالت سکرات میں ایمان لانے اور توبہ کرنے کو قبول نہیں کرتا۔ روح کو سزا اور عذاب کے ساتھ نکالتا ہے۔

اسی طرح اس نے اپنی صفت صبور کے ذریعہ انسانوں کی دنیوی زندگی میں توبہ قبول کرنے کا دروازہ سورج کے مغرب سے طلوع ہونے تک کھلا رکھا ہے، اس کے بعد وہ توبہ کا دروازہ بند کر دے گا، کسی کی توبہ قبول نہ ہوگی، ماہرین فلکیات کہتے ہیں کہ: سورج اپنا محور بدل رہا ہے اور دنیا میں تغیرات آرہے ہیں؛ اس لئے قیامت کے حالات بالکل قریب آچکے ہیں سورج کے مغرب سے طلوع ہونے کا وقت بہت قریب آرہا ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنی صفت رحمت سے قیامت کے دن اپنے بہت سارے ایمان والے بندوں کے گناہوں کو معاف کر دے گا، ان کو درگزر فرما دے گا، اور ان کو معافی دے کر جہنم کے عذاب سے بچا لے گا۔

☆☆☆☆☆☆☆

وہ صبور ہونے کے ناتے توّاب، غفور اور غفار بھی ہے

﴿وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴾ (آل عمران:۱۲۹) اور اللہ تو واقعی بخشنے والا اور مہربان بھی ہے۔

جس طرح اللہ تعالیٰ رب ہونے کے ناتے سمیع، بصیر اور علیم وخبیر ہے اور خالق ہونے کے ساتھ ساتھ مصور اور حکیم دانا ہے، اُسی طرح وہ صبور ہونے کے ساتھ ساتھ تواب غفور، غفار اور رؤف بھی ہے، توّاب ہونے کے ناتے بندوں کی توبہ قبول کرنے والا ہے اور بار باران کے گناہوں اور نافرمانیوں کو معاف کرتا رہتا ہے اس نے وحی کے ذریعہ یہ اعلان کیا کہ اگر اس کے ایمان والے بندے اس سے سچی اور پکی توبہ کریں گے تو وہ اپنے بندوں کے شرک کے علاوہ تمام گناہ معاف کردے گا، شرک سے توبہ کرلیں تو شرک کو بھی معاف کردے گا۔

شیطان انسان کو توّاب کی طرف پلٹنے نہیں دیتا!

جب یہ بات شیطان نے سنی تو وہ بہت مایوس ہوگیا، رویا کہ اس کی ساری محنت بیکار ہو جائے گی تب اس کے ساتھیوں نے اس کو یہ مشورہ دیا کہ انسانوں کو ایسے گمراہ کیا جائے کہ وہ گناہوں کو نیکی کا تصور لے کر کرتے رہیں، تا کہ توّاب کی طرف توبہ کے لئے رجوع ہی نہ ہوں، اسی وجہ سے شیطان ایمان والوں سے بہت سے ایسے کام کرواتا ہے جو گناہ، شرک اور نافرمانی کے ہوتے ہیں، مگر وہ انہیں نیکی اور دین سمجھ کر کرتے رہتے ہیں، جس کی وجہ سے وہ ان کاموں کو کر کے برا ہی نہیں سمجھتے اور گناہ نہیں سمجھتے اس لئے وہ ان کاموں سے کبھی توبہ ہی نہیں کرتے۔

☆☆☆☆☆☆☆

اللہ کی صفت صبور پر بندہ جتنی نظر رکھے گا اتنی ہی اس میں صبر کی صفت پیدا ہوگی

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿إِنَّمَا يُوَفَّى الصَّابِرُونَ أَجْرَهُم بِغَيْرِ حِسَابٍ﴾ (الزمر: ۱۰) صبر کرنے والوں کو ان کا اجر بے حساب دیا جائے گا۔

وَاللّٰهُ يُحِبُّ الصَّابِرِيْنَ۔ (آل عمران: ۱۴۶) اللہ صبر کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔

جنت میں فرشتے جب مومنین کے پاس آئیں گے تو کہیں گے: سَلَامٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ۔ تم پر سلامتی ہے تم نے دنیا میں جس طرح صبر سے کام لیا اس کی بدولت آج تم اس کے مستحق ہوئے ہو۔

قرآن مجید میں ۷۰ سے زائد مقامات پر صبر کے لفظ کا استعمال ہوا ہے، اسلام نے ایمان والوں کو صبر اختیار کرنے کی جگہ جگہ تعلیم دی ہے، دنیا کی اس زندگی میں ایمان والوں پر امتحان اور آزمائش کے لئے مختلف حالات آئیں گے، ان حالات میں کامیابی حاصل کرنے کے لئے ایمان والوں کو اپنے اندر صبر کی صفت اور جوہر پیدا کرنا ضروری ہے، صبر کے لغوی معنی روکنے کے ہیں۔

﴿وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوفْ وَالْجُوعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْأَمَوَالِ وَالأنفُسِ وَالثَّمَرَاتِ وَبَشِّرِ الصَّابِرِيْنَ، الَّذِيْنَ إِذَا أَصَابَتْهُم مُّصِيْبَةٌ قَالُواْ إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعونَ، أُولَـئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوَاتٌ مِّن رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ وَأُولَـئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُونَ﴾ (البقرہ: ۱۵۵)

اور ہم ضرور تمہیں خوف وخطر، فاقہ کشی، جان و مال کے نقصان اور آمدنیوں کے گھاٹے میں مبتلا کر کے تمہاری آزمائش کریں گے، ان حالات میں جو لوگ صبر کریں اور

جب کوئی مصیبت پڑے تو کہیں کہ ہم اللہ ہی کے ہیں اور اللہ ہی کی طرف ہمیں پلٹ کر جانا ہے، انہیں خوشخبری دے دوان پر ان کے رب کی طرف سے بڑی عنایات ہوں گی، اس کی رحمت ان پر سایہ کریگی اور ایسے ہی لوگ راست رو ہیں۔

جس طرح لفظ ''توبہ'' انسانوں کے لئے استعمال ہوتو اس کے معنی ہوں گے اپنے آپ کو معافی کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنا اور پلٹنا، یہی لفظ جب اللہ کے لئے استعمال ہوگا تو اس کے معنی ہوں گے جب گنہگار بندے اللہ سے رجوع ہوں تو ان کی طرف نظر عنایت سے پلٹنا۔

اسی طرح لفظ صبور جب ہم اللہ کے لئے بولیں گے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ وہ ذات جو صبر کا منبع ومرکز ہے، جو بندوں کو صبر دینے والی ہے، جو بندوں کے ساتھ تحمل اور برداشت کرنے والی ہے، جو درگزر کرنے والی ذات ہے۔صبور سے صبر ملتا ہے اس لئے صبور کے معنی ہوں گے، صبر دینے والی ذات اور صبر کرنے والی ذات، صبور بندوں کو صبر دینے والا ہے، جب لفظ صبر انسانوں کے لئے استعمال ہوگا تو اس کے معنی ہوں گے اللہ کے واسطے نافرمانی اور گناہوں سے رکے رہنا اور اللہ کی اطاعت پر جمے رہنا۔

اللہ کے واسطے صبر کرنے کے طریقے

☆ نفس کو بے قابو ہونے سے روک کر قابو میں رکھنا صبر ہے۔

☆ نفس کو گناہوں سے روک کر نیکیوں میں ڈالنے کا نام صبر ہے۔

☆ مصیبت اور پریشانیوں میں نفس کو اسلامی حدود میں رکھنے کا نام صبر ہے۔

☆ نفس کو بے اعتدالی سے روک کر اعتدال میں رکھنے کا نام صبر ہے۔

☆ نفس کو اللہ اور رسول ﷺ کی نافرمانی سے بچا کر اللہ کے واسطے اطاعت وفرمانبرداری میں لگانے کا نام صبر ہے۔

☆ نفس کو ناجائز خواہشات سے روکنا صبر کہلاتا ہے۔

☆ برائیوں کی طاقت رکھتے ہوئے جان بوجھ کر نیکی اختیار کرنا صبر ہے۔

☆ نافرمانی کا اختیار رکھتے ہوئے جان بوجھ کر فرمانبرداری اختیار کرنا صبر ہے۔

☆ ناکامی اور نقصان کے باوجود اپنی جگہ ثابت قدمی رکھنا اور ناامید نہ ہونا صبر ہے۔

☆ مخالفت کے باوجود اتحاد و اتفاق کرنا صبر کہلاتا ہے۔

☆ تکالیف اور پریشانیوں کے باوجود مقصد زندگی پر قائم رہنا صبر ہے۔

☆ نفس کو برا لگنے کے باوجود اس کے خلاف چلنا صبر ہے۔

☆ نفس کو غصہ آجائے ایسی حالت میں بدلہ نہ لینا اور غیبت نہ کرنا صبر ہے۔

☆ نفس کی غلط خواہشات پر اس کی اطاعت نہ کرکے اس کے خلاف چلنا صبر ہے۔

☆ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت و فرمانبرداری نفس پر بار گزرتی ہے اسکو برداشت کرتے ہوئے اطاعت پر قائم رہنا صبر ہے، مثلاً روزہ رکھنے میں مشقت برداشت کرنا صبر کہلاتا ہے، نیند قربان کرکے نماز ادا کرنے کے لئے بیدار ہوجانا صبر ہے، ایمان قبول کرنے کے بعد تکالیف کو جھیلنا اور برداشت کرنا صبر ہے۔

☆ اللہ تعالیٰ کے وعدوں پر بھروسہ کرکے آخرت کا انتظار کرنا صبر ہے۔

☆ نیک کاموں پر جنت میں اجر کے ملنے کی امید رکھنا اور اطاعت کرتے رہنا اور برے کاموں پر اللہ کے عذاب کا خوف رکھ کر دور رہنا صبر کہلاتا ہے، مثلاً نوکری اور ملازمت میں رشوت لینے کا موقع رکھ کر اللہ کی خاطر رشوت نہ لینا صبر کہلاتا ہے، ایسے ہی لوگوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے **اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ** صبر کرنے والوں کے ساتھ اللہ ہے۔

☆ بے بسی و بے کسی یا طاقت نہ رکھنے کی وجہ سے گناہ سے رکے رہنے کا نام صبر نہیں۔

☆ دشمن سے مجبوری و محتاجی اور کمزوری کے تحت بدلہ نہ لینا صبر نہیں۔

☆ بڑھاپے میں شہوت ختم ہوجانے کے بعد زنا سے بچے رہنا صبر نہیں۔

☆ اندھا اگر کہے کہ میں آنکھوں سے برائی نہیں کرتا، تو اس کا نام صبر نہیں، صبر تو یہ ہے کہ آنکھیں رکھ کر برائی نہ کرنا۔

☆ گونگا اگر کہے کہ میں زبان سے غیبت نہیں کرتا، اس کا نام صبر نہیں، زبان میں بات کرنے کی صلاحیت رکھ کر غیبت اور گالی گلوج اور برائی نہ کرنا صبر ہے۔

☆ چیختے چلاتے ہوئے، بلند آواز سے روتے اور بیان کرتے ہوئے، آہستہ آہستہ خاموشی اختیار کرنا صبر نہیں ہے۔

☆ دولت نہ رکھتے ہوئے فضول خرچی نہ کرنا صبر نہیں۔

حالت ایمان ہی میں صبر اختیار کرنے سے ثواب ملے گا

"قسم ہے زمانے کی سارے کے سارے انسان گھاٹے اور خسارے میں ہے سوائے ان کے جو ایمان لائے اور عمل صالح اختیار کیا اور حق کی وصیت کئے اور اس پر صبر اختیار کیا"۔

حدیث میں ہے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ثواب کی امید سے جو کوئی صبر کرے گا اس کو پورا اجر ملے گا۔ (کیمیائے سعادت:۳۱۷)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ کسی انسان کو چار چیزیں مل جائیں تو وہ دنیا کی بہترین نعمتیں اپنے پاس رکھتا ہے: (۱) ذکر کرنے والی زبان (۲) شکر کرنے والا دل (۳) مصیبت میں صبر کرنے والا جسم (۴) فرمانبردار بیوی۔ (مشکوٰۃ)

اللہ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صبر کا بہت بڑا مقام اور مرتبہ بتلایا، مگر صبر کا اجر و ثواب سوائے ایمان والوں کے دوسروں کو نہیں ملے گا، اگر غیر مسلم صبر کا راستہ اختیار بھی کرلیں تو اس کے سارے اعمال بے کار ہو جائیں گے، ان پر کوئی اجر و ثواب بھی نہیں ملے گا۔ بعض غیر مسلم فطرتاً اکثر کاموں میں صبر کا مظاہرہ کرتے ہیں، وہ اللہ تعالیٰ ان کی طبیعت اور فطرت میں رکھتا ہے، وہ بے شعوری کے ساتھ صبر کرتے ہیں یا دنیوی نقصانات سے بچنے کے لئے صبر کرتے ہیں اس پر کوئی اجر و ثواب نہیں ملے گا، صبر تو صرف حالت ایمان میں اللہ تعالیٰ کی خاطر، اللہ کی محبت میں پسند کے ساتھ اختیار کیا جائے تو صبر کہلاتا ہے، وہ صبر جو اللہ کی رضا کے لئے کیا جائے وہی عمل صبر والا کہلائے گا اپنی چاہت اور پسند

سے اللہ کے لئے صبر اختیار کرنے کا نام اصل صبر ہے، اکثر حالتوں میں غیر مسلم صبر کرتے ہوئے نظر آتے ہیں، ان کا صبر کرنا یا تو نام ونمود کے لئے ہوتا ہے، یا دنیا حاصل کرنے کے لئے ہوتا ہے، یا دنیوی اغراض، یا سیاسی اغراض کے لئے ہوتا ہے، یا پھر طبیعت میں جذبات ہی ٹھنڈے ہوتے ہیں۔ ڈرپوک مزاج جان ومال کے ڈر اور خوف سے کنجوسی کی وجہ سے صبر کرتے ہیں، وہ اللہ کے لئے صبر نہیں کرتے۔

راہِ جنت طے کرنے کیلئے زندگی کے ہر شعبہ میں صبر ضروری ہے

زندگی بھر حق پر ثابت قدمی سے برقرار رہنے کے لئے صبر بہت ہی لازمی اور ضروری چیز ہے، چاہے انسان پر خوشی کے حالات ہوں یا مصیبت کے حالات ہوں، ان دونوں حالتوں میں وہ یا تو صبر کرے گا، یا شکر کرے گا، انسان کی کوئی بھی حالت صبر سے خالی نہیں ہوگی، اگر انسان زندگی کے کسی شعبے میں صبر سے دور ہو جائے تو وہ جنت کا راستہ طے نہیں کر سکتا، صبر سے دور ہوتے ہی شیطان قابض ہو جاتا ہے، اللہ کی اطاعت کو بگاڑ دیتا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقوں سے دور کر دیتا ہے۔

ایمان کی تمام شاخوں میں صبر اصل جوہر اور مغز ہے

ایمان کی ستر شاخیں ہیں ان میں سے سب سے اعلی لا الہ الا اللہ ہے اور سب سے چھوٹی شاخ راستے سے تکلیف دینے والی چیز کو ہٹا دینا ہے۔ تمام شاخوں سے خوشبودار پھل، پھول نکلنے کے لئے صبر ان کا اصل جوہر ہے، مثلاً انسان اللہ کے حکم کے مطابق اسلام پر زندگی گزارنے اور زنا سے بچنے اور جائز طریقے سے اپنی خواہشات پوری کرنے کے لئے نکاح کرتا ہے، اب اگر وہ نکاح تو اسلامی احکام کے مطابق کرے، مگر نفسانی خواہشات کو قابو میں نہ رکھے اور صبر اختیار کرنے کے بجائے خواہشات پوری کرنے، غیر مسلموں کی طرح چمک دھمک، دھوم دھام دکھانے اور شادی کا سما بنانے کے لئے ناچ،

گانا، بجانا، جاہلانہ رسمیں، بے پردگی اور فضول خرچی کرے تو اسلامی روح اور رسول اللہ کی سنتوں کی نورانیت نظر نہ آئے گی، اسلامیت کی جگہ شیطانیت کی تبلیغ ہوگی، اللہ کا ایک حکم پورا کرنے کے لئے شیطانی طریقہ کو ہوا دی جائے گی۔

اسی طرح کوئی انسان حرام مال سے بچنے اور حلال روزی کمانے کے لئے تجارت اختیار کرے اور اپنی دوکان پر شہرت کی خاطر عورتوں کو نچائے اور گانا بجانا رکھے یا گاہک کو متوجہ کرنے کے لئے نوجوان لڑکیوں کو ملازم رکھے اور فلم ایکٹروں کی تصاویر رکھے یا کسی فلم ایکٹر کو بلا کر اپنی دوکان کا افتتاح کرائے تو حلال تجارت کرنے کے باوجود گناہ حاصل ہوگا۔

اکثر لوگ اسلامی حکم کے مطابق بچوں کا عقیقہ کرتے ہیں، مگر اپنی خواہشات پوری کرنے کے لئے باقاعدہ بچوں کو گھوڑا ہاتھی پر بیٹھا کر باجے کے ساتھ آتش بازی کرتے ہیں، بارات کی شکل میں ناچتے ہوئے پورے محلے میں پھراتے ہیں، غور کیجئے! ایک عمل عقیقہ تو اللہ کا حکم پورا کرنے کے لئے کیا جارہا ہے، مگر اس کے ذریعہ دوسرے تمام کام صبر کے نہ ہونے کی وجہ سے اسلام کی شکل کو بگاڑا جارہا ہے اور جنت کے بجائے جہنمی اعمال کئے جارہے ہیں، اسلام ایمان والوں کو بار بار اعمال بد چھوڑ کر اعمال صالحہ کے ساتھ زندگی گزارنے کی تعلیم دیتا ہے اور اعمال صالحہ صبر کے بغیر وجود میں نہیں آسکتے، ہر عمل میں اسلام پر چلنا اور اسلام کا خالص مظاہرہ کرنا ہو اور اسلام کی نورانیت ظاہر کرنی ہو تو صبر کو اختیار کرتے ہوئے اس حکم کو پورا کرنا ہوگا۔

☆ حضرت علیؓ نے فرمایا (جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے) صبر اور ایمان کا تعلق ایسا ہے جیسا کہ سر اور جسم کا ساتھ ہے، جس کا سر نہ ہو اس کا جسم بھی باقی نہیں رہے گا، اس طرح جس میں صبر کی صفت اور جوہر نہیں ہے اس میں ایمان نہیں ہے۔ (شعب الایمان بیہقی)

صبر کی نعمت صرف ایمان والے بندے ہی حاصل کر سکتے ہیں

اللہ تعالیٰ نے صبر کی صفت اور جوہر کو صرف اپنے ایمان والے بندوں ہی کو حاصل کرنے کے قابل بنایا، جو ایمان والا اللہ کی محبت میں چاہت اور تڑپ رکھ کر صبر اختیار کرتا ہے وہی اس جوہر کو اپنے اندر پیدا کر سکتا ہے اور صبر کی دولت سے مالا مال ہو سکتا ہے، فرشتے جیسی مخلوق بھی صبر کی صفت سے خالی ہیں، اس لئے کہ ان کو نفس ہی نہیں کہ وہ نفس کا مقابلہ کر کے یا نافرمانی کے حالات کا مقابلہ کر کے اللہ کی اطاعت کریں ،ان کو مخالف حالات ہی نہیں کہ صبر اختیار کر کے مقابلہ کر کے اطاعت کریں، صبر تو ان کیلئے ضروری ہے جو نفس رکھتے ہیں جو شر اور خیر کی صلاحیت رکھتے ہیں، جو نیکی اور بدی کرنے کی طاقت رکھتے ہیں، جو امتحان اور آزمائش والی زندگی رکھتے ہیں، جو شیطان کے مقابل ٹھہرتے ہیں، تاکہ وہ اس امتحانی زندگی میں شیطان کا مقابلہ کر کے شر کو دبا کر نیکی اور خیر پر جمے رہیں۔

غیر مسلموں کو صبر کی بو بھی نہیں معلوم رہتی، وہ صبر کی حقیقت ہی نہیں جانتے؛ اس لئے کہ وہ وحی الٰہی پر ایمان نہیں رکھتے، وہ غیر شعوری طور پر طبیعت اور فطرت پر کچھ اعمال صبر والے کر لیتے ہیں، مگر اس کا ان کو شعور نہیں ہوتا اور نہ وہ عمل اللہ کے لئے اللہ کی خاطر کرتے ہیں، ان کو صرف اتنا معلوم رہتا ہے کہ غصہ، مصیبت میں برداشت اختیار کر کے لڑائی جھگڑوں سے دور رہنا صبر کہلاتا ہے۔ غصہ کو پی جانا صبر ہے، وہ نہیں جانتے کہ زندگی کے تمام شعبوں میں صبر کس طرح کیا جائے؟ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ ایمان والے بندوں کو زندگی کے تمام شعبوں میں صبر کرنے کا طریقہ سکھایا اور اس کی مکمل تعلیم دی۔

صبر آدھا ایمان ہے

☆ صحابہؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت فرمایا: ایمان کیا چیز ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایمان صبر کا نام ہے ایک اور روایت میں ارشاد فرمایا کہ صبر آدھا ایمان ہے۔ (خطیب بروایت ابوسعید)

☆ صبر اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کا سب سے بڑا ذریعہ ہے۔

☆ اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کو محبوب رکھتا ہے اور ان کے ساتھ ہوتا ہے۔

☆ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: صبر جنت کے خزانوں میں سے ایک خزانہ ہے۔ (کیمیائے سعادت: ۷۳۱)

☆ حضرت داؤدؑ پر وحی نازل ہوئی کہ تو میرے اخلاق کی نقل کر اور میرے اخلاق میں سے ایک یہ ہے کہ میں ''صبور'' یعنی صبر والا ہوں۔ (طبرانی اوسط)

☆ اللہ تعالیٰ الصبور ہے اپنے ایمان والے بندوں کو دنیا کی اس امتحانی زندگی میں صبر و ضبط کی نقل کرنے کی تعلیم دیتا ہے، اس سے ان کی زندگی کامیاب رہے گی اور وہ سکون میں رہ کر فتنوں سے بچ جائیں گے۔

☆ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کی ایک جماعت سے دریافت فرمایا! کیا تم لوگوں نے ایمان قبول کیا ہے؟ انہوں نے کہا: جی ہاں! حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی علامت دریافت کی، تو انہوں نے کہا کہ: ہم اللہ کی نعمت پر شکر کرتے ہیں اور مصیبت اور تکالیف میں صبر کرتے ہیں اور تقدیر پر راضی رہتے ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خدا کی قسم تم سچے مومن ہو۔ (امام ترمذی)

☆ صبر برائیوں سے بچنے کے لئے سب سے بڑی قوت ہے۔

☆ صبر تمام شر اور فتنوں سے محفوظ رہنے کی ڈھال ہے۔

☆ صبر نیکیاں اختیار کرنے کی زبردست غذا ہے۔

☆ صبر مصیبت اور بلاؤں میں اسلامی حدود میں قائم رہنے کی بہترین دوا ہے۔

☆ اگر ایک ایمان والا اس صفت کو اختیار نہ کرے تو وہ نیکیوں سے اور ثواب سے محروم رہ جاتا ہے برائیوں میں پھنس کر فسق وفجود کا شکار ہو جاتا ہے، زندگی کے ہر شعبے اور ہر قدم پر صبر کو اختیار کرنے ہی سے اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع ہو سکتی ہے۔

صبر کا زیادہ تر تعلق نفس کے ساتھ ہے

مومن کو صبر ایسی جگہ کرنا پڑتا ہے، جہاں اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی ہو، جہاں اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کے ساتھ جنگ اور مخالفت ہونے کا اندیشہ ہو، جہاں اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات سے بغاوت ہونے کے آثار ہوں، جہاں نفس بھٹکا رہا ہو، صبر کا زیادہ تر تعلق نفس کے ساتھ ہے اور شیطان نفس پر سوار ہو کر اس کو اپنا گھوڑا بنا لیتا ہے، نفس انسانی جب انسان پر حاوی ہو جاتا ہے تو اپنی خدائی چلاتا ہے۔

☆ نفس انسان کو عبادات میں سستی و کاہلی پیدا کر کے دنیا کے کاروبار میں لگاتا ہے، نماز کے بجائے نیند میں مزہ دیتا ہے اور نماز کو ضائع کرتا ہے۔

☆ تکالیف اور پریشانیوں میں انسان کو مقصد زندگی سے ہٹا کر چوری، جوا، رشوت، جھوٹ، دھوکا اور گھوڑے جوڑے کی رقمیں لینے میں مبتلا کرتا ہے۔

☆ نفس ہی شہوت کو ابھار کر غیر مردوں اور عورتوں کو گھورنے، ان کے جسم سے مزہ لینے یا زنا کرنے کی ترغیب دیتا ہے۔

☆ نفس انسانی جسم کو غیر مردوں کے سامنے پیش کرنے، خوبصورتی کا اظہار کرنے، بے حیائی و بے شرمی کے ساتھ پیش آنے میں عزت اور اعلی کلچر بتلاتا ہے اور بے پردگی کی خواہش پیدا کر کے پردے میں رہنا غیر مہذب اور جہالت ہونے کا احساس دلاتا ہے۔

☆ نفس انسانی خوشی اور غم میں بے اعتدالی پیدا کرتا ہے، یا تو خوشی میں دیوانہ بنا کر آپے سے باہر کر دیتا ہے، یا غصہ میں کپڑے پھاڑنے، بیان کر کے رونے یا خودکشی کرنے یا سامان پھینکنے یا لاٹھی اور چاقو چھری سے حملہ کرنے کی ترغیب دیتا ہے۔

☆ نفس انسانی عورتوں کو مردوں جیسا لباس، ہیئت، اور بال اختیار کرنے اور جسم کے ابھار دکھانے اور مردوں کی برابری کی خواہش پیدا کراتا ہے اور مردوں کو عورتوں جیسا لباس اور زیور استعمال کرنے اور عورتوں جیسے بال رکھنے کی خواہش پیدا کراتا ہے۔

☆ نفس انسانی بے کار دولت لٹانے اور فضول خرچی کر کے خواہشات پوری کرنے کی ترغیب دیتا ہے اور اللہ کی نافرمانی کراتا ہے۔

☆ نفس انسانی حرام کو حرام جانتے ہوئے زنا، شراب اور جوا میں مزے کا احساس دلا کر سود وغیرہ کے کاروبار میں ترقی اور عیش کرنے کا احساس دلاتا ہے۔

☆ نفس انسانی دین پر چلنا اور تقوی اختیار کرنے سے دنیا کی ویرانی اور بربادی کا احساس پیدا کراتا ہے، تقوی پر رہنے نہیں دیتا ہے۔

☆ نفس انسانی جاہلانہ رسم و رواج میں مزہ اور نام و نمود بتلا کر گمراہ کرتا ہے۔

☆ نفس انسانی دوسروں کے ستانے پر غصہ دلاتا اور بدلہ لینے پر اکساتا ہے اور لڑائی جھگڑوں میں انسان کو غصہ دلا کر بے قابو کر دیتا اور گالی کا جواب گالی سے اور قتل و خون پر آمادہ کرتا ہے۔

☆ نفس انسانی جلن، حسد اور دوسروں کی غیبت کرنے پر ابھارتا ہے۔

☆ نفس انسانی برائی کا جواب برائی سے اچھائی کا جواب اچھائی سے دینے کی ترغیب دیتا ہے اور سمجھاتا ہے کے جو تم سے کٹے اس سے تم کٹو اور جو تمہاری بے عزتی کرے، اسے تم بھی ذلیل کرو۔

☆ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیم دی کہ برائی کا جواب اچھائی سے دو جو تم سے کٹے تم اس سے جوڑو جو تم کو نہ دے اسے تم دینے والے بنو، یہ صبر ہے۔ (الترغیب والترہیب: ۳۴۲/۱)

☆ صبر برائیوں سے بچنے کے لئے سب سے بڑی قوت ہے، صبر نیکی اختیار کرنے کی غذا ہے، قرآن مجید نے ایمان والوں کو یہ تعلیم دی کہ اگر برائی کا جواب احسن طریقے سے دو گے تو تمہارا جانی دشمن بھی دوست بن جائے گا۔

وَلَا تَسْتَوِی الْحَسَنَةُ وَلَا السَّیِّئَةُ اِدْفَعْ بِالَّتِیْ هِیَ أَحْسَنُ فَإِذَا الَّذِیْ بَیْنَکَ وَبَیْنَهٗ عَدَاوَةٌ أَنَّهٗ وَلِیٌّ حَمِیْمٌ۔ (حم السجدہ:۳۴)

نیکی اور بدی یکساں نہیں ہیں تم بدی کو اس نیکی سے دفع کرو جو بہترین ہے تم دیکھو گے کہ تمہارے ساتھ جس کی عداوت پڑی ہوئی تھی وہ جگری دوست بن جائے گا یہ حقیقت نصیب نہیں ہوتی مگر ان لوگوں کو جو صبر کرتے ہیں۔

یعنی گندگی کو گندے پانی سے نہ دھویا جائے، اس سے گندگی ختم نہیں ہوتی، دشمن کو دوست بنانا ہو تو صبر کرتے ہوئے احسن طریقے سے پیش آنا چاہئے۔

☆ زندگی کے تمام مخالف حالات میں طاقت رکھتے ہوئے اللہ کے حکموں کو پورا کرنا اور اللہ کی نافرمانی سے بچنے کا خیال رکھنا صبر ہے۔

☆ شیطانی بہکاوے، شیطانی کاموں اور شیطانی اعمال وحرکتوں سے مقابلہ کر کے رسول اللہ کی اتباع کرنا صبر ہے۔

☆ انسان نفسانی خواہشات کو شکست دیتے ہی شریعت کا پابند ہو جاتا ہے یعنی شریعت کی تمام شرائط وآداب پر عمل کرنے کا نام صبر ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆

اسلام نے صبر کی مشق کرنے کا سب سے بڑا طریقہ روزہ رکھا

اسلام نے روزہ کو صبر کا آدھا حصہ بتلایا اور رمضان کے مہینے کا نام بھی شہر صبر رکھا، حالت روزہ میں ایمان والوں کو صبر کی زبردست مشق اور تربیت کرائی جاتی ہے، حالت روزہ میں ایمان والوں کو حلال رزق سے روزہ رکھنے کی تاکید ہے، حالت روزہ میں بھوکا پیاسا رکھا کر نہ صرف پیٹ سے بھوکا اور حلق سے پیاسا رکھا جاتا ہے؛ بلکہ مومن کی آنکھیں بھی روزہ میں ہوتی ہیں، کان، دل، دماغ، شرم گاہ سبھی روزہ میں ہوتے ہیں، وہ جسم کے تمام اعضاء سے کوئی برائی نہیں کرسکتا، یہاں تک کہ حالت روزہ میں شہوت پر صبر اختیار کرنے کے لئے بیوی سے بھی دور رہنے کی مشق کرائی جاتی ہے، حالت روزہ میں خاص طور پر غصہ کو قابو میں رکھنے، لڑائی جھگڑوں، گالی گلوج سے دور رہنے اور جھوٹ وغیبت سے بچنے کی مشق کرائی جاتی ہے، انسانی نفس اور جسم کو بھوکا پیاسا رکھ کر روح کو طاقتور بنا کر جسم اور نفس پر غلبہ دلایا جاتا ہے، نفس اگر بھوکا پیاسا رہے تو جسمانی اعضاء کو برائی نہیں سکھاتا اور وہ عیش ومستی میں مبتلا نہیں ہوتے، حالت بھوک میں اللہ کی اطاعت کے لئے دوڑتا ہے، جس طرح ایک موٹر اور ڈرائیور کا تعلق ہوتا ہے، گاڑی جب تک ڈرائیور کے کنٹرول میں چلے تو اپنا سفر پورا کرسکتی ہے اور اگر گاڑی پر سے ڈرائیور کا کنٹرول نکل جائے تو اکسیڈنٹ کا شکار ہوجاتی ہے، یہی حال نفس، جسم اور روح کا ہے، نفس جب تک روح کے کنٹرول میں رہے تو انسانی گاڑی ٹھیک چلتی ہے اور اگر نفس طاقتور ہوجائے اور روح پر حاوی ہوجائے تو انسانی گاڑی سفر طے نہیں کرسکتی؛ اس لئے روزہ صبر کے پیدا کرنے کی زبردست مشق اور تربیت ہے، ہر روزہ دار کو یہ چیز ذہن میں رکھ کر روزہ رکھنا چاہئے۔ اس طرح صبر کی مشق وتربیت پیدا کرنے کے لئے دوسرے کسی مذہب میں طریقہ نہیں۔

☆ ایک بزرگ اپنے مریدوں کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے، یکا یک اپنے آپ سے

کہنے لگے کہ تو میرا خدا نہیں اور میں تیرا بندہ نہیں، مریدوں نے کچھ دیر بعد بزرگ سے سوال کیا کہ حضرت کیا ماجرا ہے؟ تو بزرگ نے کہا: بہت دیر سے میرا نفس مجھ سے مطالبہ کر رہا ہے کہ میں اسے میٹھائی کھلاؤں تو میں اس کی بات کیوں سنوں؟ اس لئے اس کو کہہ رہا ہوں کہ تو میرا خدا نہیں اور میں تیرا بندہ نہیں۔

انسان کو صبر کی عادت نہ ہو تو وہ فوراً اسلام کی خلاف ورزی کرتا ہے

☆ اگر انسان کو صبر کی عادت نہیں تو وہ گناہ اور نافرمانی کو ترک نہیں کر سکتا، جن جن اعضاء سے گناہ کرنا آسان ہے صبر کی عادت نہ ہو تو ان اعضاء سے فوراً گناہ کر جاتا ہے، مثلاً غیر محرم کے نظر آتے ہی صبر کی عادت نہ ہو تو آنکھوں کے زنا میں گرفتار ہو کر دل و دماغ کو شیطان کے حوالے کر کے صبر نہیں کرتا اور خیالی گناہ میں گرفتار رہتا ہے، اسی طرح ٹی وی پر گندے مناظر دیکھنے اور گندی ناولیں پڑھنے یا زنا کی باتیں سننے سے صبر نہیں کرتا، آنکھوں، کانوں اور دل و دماغ کو فوراً گناہ میں لگا دیتا ہے۔

جو لوگ نامحرم کے نظر آتے ہی اپنی نگاہوں کو نیچی کر لیتے اور دل و دماغ اور کانوں کو برائی میں مبتلا ہونے سے بچاتے، برا خیال آتے ہی فوراً "**لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ**" نہیں ہے مجھ میں طاقت برائی سے بچنے کی اور نہ نیکی کرنے کی مگر جب اللہ کی مدد ہو تو میں برائی سے محفوظ رہوں گا اور نیکی کرونگا کہتے ہیں تو ایسے ہی لوگوں کے ساتھ اللہ کا وعدہ ہے **اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصَّابِرِيْنَ** صبر کرنے والوں کے ساتھ اللہ ہے۔

سورہ آل عمران آیت: ۱۴۶۔۱۴۴ میں ہے: اللہ کی راہ میں جو مصیبتیں ان پر پڑیں ان سے وہ دل شکستہ نہیں ہوئے، انہوں نے کمزوری نہیں دکھائی (وہ باطل کے آگے سرنگوں نہیں ہوئے) ایسے ہی صابروں کو اللہ پسند کرتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا جب کسی مسلمان کو کوئی اذیت (تکلیف) پہنچتی ہے تو اللہ تعالی اس کے گناہوں کو اس طرح گرا دیتا

ہے جس طرح درخت کے پتے گرتے ہیں۔ (بخاری ومسلم)

☆ اسی طرح زبان کا صحیح استعمال یا غلط استعمال کرنا انسان کے بس میں رکھا گیا، اگر صبر کی عادت نہ ہوتو کہیں پر بھی کسی کی برائی کا تذکرہ ہوتو زبان کو کنٹرول نہیں کرتے ، نفس کی خواہش پر زبان سے غیبت ، گالی گلوچ شروع کر دیتے ہیں، لوگوں کے درمیان بیٹھ کر جی کی چاہت میں ان کی ہاں میں ہاں ملا کر غیبت کرتے ہیں ، نفس اگر کسی کی برائی کرنا چاہتا ہے اور لوگوں کے درمیان غیبت چل رہی ہے تو زبان کو قابو میں رکھ کر اللہ کے واسطے غیبت سے دور رہیں اور محفل سے علحدہ ہو جائیں ، یہی صبر کہلاتا ہے ایسے ہی لوگوں کے ساتھ اللہ کا وعدہ ہے **اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصَّابِرِیْنَ**۔

☆ اسی طرح نام ونمود اور فضول خرچی میں انسان صبر کی عادت نہ ہونے سے فوراً خواہشات کو پورا کرنے یا دکھاوے کے کاموں پر لگ جاتا ہے ؛ کہیں نمازوں کا تذکرہ ، کہیں حج کے تذکرے ، کہیں خیر خیرات کے تذکرے ، کہیں حج وعمرہ کے تذکرے ، نیک کاموں میں اپنے نام کا اظہار وغیرہ کرتے رہتے ہیں۔

غیر مسلم بھی اپنی زبان ، اپنی آنکھوں اور اپنے دل و دماغ کو غیبت گالی گلوچ اور برا سوچنے سے بچا نہیں سکتا اس کو تو غیبت کے گناہ ہونے کا تصور ہی نہیں ہوتا اور آنکھوں سے برائی کرنے کو گناہ نہیں سمجھتا اور نام ونمود کو برا نہیں سمجھتا۔

☆ مصیبت پر صبر کرنا صدیقوں کا درجہ ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ سے دعا فرماتے تھے کہ اے اللہ ! ہم کو اتنا یقین عطا فرما کہ دنیا کی مصیبتوں کا برداشت کرنا ہمارے لئے آسان ہو جائے۔ (ترمذی، نسائی وحاکم بروایت ابن عمر)

☆ یوں تو عربی میں صبر کا مفہوم وسیع ہے صرف مصیبت کو برداشت کرنا ہی صبر نہیں ؛ بلکہ غم اور مصیبت و پریشانی میں جاہلانہ حرکتیں نہ کرکے : **اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ** پڑھتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے راضی رہنا اور اسلام کا مظاہرہ کرنا صبر ہے۔

☆ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کسی کے جوتے کا تسمہ ٹوٹ

جائے تو بھی اسے إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ پڑھنا چاہئے اسلئے کہ یہ ایک طرح کی مصیبت ہے قرآن مجید میں سورہ بقرہ آیت ۱۵۳ میں ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُواْ اسْتَعِيْنُواْ بِالصَّبْرِ وَالصَّلاَةِ إِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصَّابِرِيْنَ۔ (البقرہ:۱۵۳) اے ایمان والو! صبر اور نماز سے مدد حاصل کرو اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

☆ لوط علیہ السلام کی قوم نے صبر نہیں کیا اور اپنے نفس کو قابو میں رکھنا نہیں چاہا اور بار ہا لوط علیہ السلام کے سمجھانے کے باوجود اپنی نافرمانی پر جمے رہے تو اللہ تعالیٰ نے ان کو پتھروں کی بارش سے ختم کر دیا۔

☆ بنی اسرائیل کو ہفتے کے دن مچھلی پکڑنے سے منع کر دیا گیا تھا، مگر وہ صبر نہ کر سکے اور اللہ کے حکم کی خلاف ورزی کرتے رہے جس کی وجہ سے ان کی صورتیں بندر بن گئیں اور وہ عذاب سے ہلاک کر دئے گئے۔

☆ اسی طرح بنی اسرائیل نے من وسلویٰ کھانے پر صبر نہ کیا اور اس کے مقابلہ دال، ککڑی، ترکاریاں اور ادرک وغیرہ کھانے کی خواہش کی، جس کی وجہ سے اس نعمت سے دور ہو گئے۔

☆ اسی طرح حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم نے ناپ تول میں کمی نہ کرنے پر اپنی نفس کو نہ روکا اور صحیح ناپ تول پر صبر نہ کر سکے، بے ایمانی پر جمے رہے تو عذاب سے ہلاک کر دئے گئے۔

☆ جنگ احد میں پہاڑی کے درے میں ۵۰ صحابہ کو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے درے سے ہٹنے سے منع فرمایا تھا؛ مگر ابتدائی حالات پر مال غنیمت لوٹنے کے لئے اسی میں سے ۴۰ صحابہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خلاف ورزی کر گئے اور صبر نہ کیا اس لئے کامیابی ناکامی میں بدل گئی اور اللہ کی طرف سے وحی کے ذریعہ تنبیہ کی گئی اور معاف کر دیا گیا۔

☆ قارون دولت رکھ کر بے صبرہ بن گیا اور موسی علیہ السلام کے ساتھ بدتمیزی کی تو

عذاب میں گرفتار ہوگیا۔

☆ حضرت اسماعیل علیہ السلام نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے خواب کو سن کر فرمایا: آپ اللہ کے حکم کو پورا کیجئے، انشاء اللہ مجھے صابر پائیں گے اور وہ صبر کے ساتھ چھری کے نیچے سو گئے جس کی وجہ سے ان کی قربانی قبول ہوئی اور قیامت تک اللہ نے ان کے اس جذبے کو امت محمدیہ میں جاری کر دیا۔

☆ غربت وافلاس اور بلاؤں میں بھی مصیبت کو تقدیر کا حصہ مان کر سکون کے ساتھ برداشت کرنا اور گناہ کا راستہ اختیار نہ کرنا اور شریعت کے حدود میں زندگی گزارنا صبر ہے۔

☆ یہود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جلن وحسد میں مبتلا ہو کر اپنے نفس کو قابو میں نہ رکھ سکے، جس کی وجہ سے اسلام سے دور رہے۔

انسان کو تین چیزوں پر جمنے کے لئے سختی کے ساتھ صبر کرنا ہوگا!

انسان کو دنیا کی اس امتحانی زندگی میں کامیابی کے ساتھ گزرنے کے لئے تین چیزوں پر سختی سے صبر کرنا ہوگا (۱) نیکیوں پر جمے رہنے کے لئے مجاہدہ کرنا (۲) گناہوں سے بچنے کے لئے مجاہدہ کرنا (۳) مصیبتوں کو خندہ پیشانی کے ساتھ برداشت کرنے کے لئے تکالیف جھیلنا۔ اگر انسان ان تین چیزوں میں صبر اختیار کرتا رہے تو وہ اسلام پر آسانی سے زندگی گزار سکتا ہے اور اللہ کی مدد اس کے ساتھ ہوتی ہے۔ إِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصَّابِرِيْنَ

ہر کام متانت اور سکون کے ساتھ کرنا صبر ہے

☆ کسی بھی کام کرنے میں عجلت، جلد بازی اور گھبراہٹ سے دور رہ کر اطمینان وسکون کے ساتھ دین کی پابندی کرنا صبر ہے، اس سے اعصابی کمزوری بھی نہیں ہوتی، حالت نماز میں سجدہ، رکوع، قعدہ اور تسبیحات صبر وسکون کے ساتھ ادا کرنا چاہئے، گفتگو میں بھی صبر وسکون ہو، کسی سے ملاقات میں بھی صبر وسکون ہو، قرآن مجید کی سورہ حجرات

میں چند لوگوں کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بے صبری و بے ادبی سے پکارنے سے روکا گیا اور جلد بازی سے منع کیا گیا، جماعت کی نماز میں بھی شامل ہونے کے لئے دوڑنے سے منع کیا گیا، مصروفیات میں رہتے ہوئے مثلاً تجارت، نوکری، شادی بیاہ کے اوقات اور سفر کی حالت وغیرہ میں رہتے ہوئے نماز کے اوقات میں تمام مصروفیات سے علحدہ ہو کر نماز کی پابندی کرنا صبر کہلاتا ہے، ایسے انسانوں کو اللہ کا ساتھ ہوتا ہے۔ **إِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصَّابِرِيْنَ۔**

☆ مگر مسلمانوں کی بڑی تعداد تجارت، نوکری، شادی بیاہ اور سفر کے اوقات میں نماز ضائع کرتی ہے، نیند اور سستی و کاہلی کے وقت اس سے دور رہ کر نماز کی پابندی کرنا صبر کہلاتا ہے، اکثر لوگ نیند اور سستی کی وجہ سے نماز کو ضائع کر دیتے ہیں، صحابہ تو جنگ کے اوقات میں بھی نماز ادا کرتے تھے۔

حضرت ایوب علیہ السلام کی زندگی صبر کی بہترین مثال و نمونہ ہے

مصیبتوں، پریشانیوں اور بیماریوں کو اللہ کی تقدیر پر بھروسہ کر کے اسکو آزمائش یا سرزنش تصور کرنا چاہئے اور اللہ سے امید رکھنا کہ جب وقت آئے گا تو اللہ اپنی رحمت سے ان مصیبتوں، بیماریوں اور پریشانیوں کو ہٹا دے گا۔ قرآن مجید میں حضرت ایوبؑ کا قصہ بیان کر کے امت مسلمہ کو ان کی طرح صبر اختیار کرنے کی تعلیم دی گئی، حضرت ایوبؑ پیغمبر تھے اور دولت مند انسان تھے، اللہ نے آپ کو نوکر چاکر، مکانات، کھیت، باغات، اولاد، سواریاں سب کچھ عطا فرمایا تھا، ان کو ہر قسم کی عزت بھی حاصل تھی، ان کی زندگی سے امت مسلمہ کو یہی سبق دیا گیا کہ جب کسی انسان کے پاس سے دولت، جائیداد، سواریاں، نوکر چاکر سب کچھ ختم ہو جائیں اور وہ بیماریوں میں مبتلا ہو جائے، سماج اور سوسائٹی کے لوگ ان کو اپنے ساتھ رکھنے کو تیار نہ ہوں، شہر سے باہر نکال دیں تب بھی انسان صبر کرے اور مالک کا وفادار بن کر رہے۔ حضرت ایوبؑ کی جب اللہ نے آزمائش

کی تو ساری نعمتیں چھین لی گئیں اوران کے جسم پر زخم پیدا کر دئے، جوتقریباً سڑنے کے قریب ہوگئے، بدبو کی وجہ سے لوگوں نے بستی میں رہنے نہیں دیا، بستی سے باہر کچرا کنڈی کے پاس ڈال دیا، دوست احباب، رشتے داروں نے ساتھ چھوڑ دیا، دولت پوری ختم ہوگئی، بیماری کی وجہ سے صرف ہڈیوں کا ڈھانچہ رہ گیا تھا، وہ اٹھنے بیٹھنے کے بھی قابل نہیں تھے، یہ کیفیت تقریباً سات سال سے زیادہ رہی، مگران ایام میں وہ بیماری کی شدت، مال کی تکلیف، اور رشتہ داوں کی دوری کے باوجود اللہ سے کبھی مایوس نہیں ہوئے ،صبر کا دامن نہیں چھوڑا اور نہ کبھی اپنی زبان پر اللہ سے شکوہ وشکایت کے الفاظ لائے ،ان کے ساتھ صرف ان کی بیوی رہ گئی جو پوری خدمت کرتی تھی، غذااور دوائیوں کے لئے بستی میں جا کرلوگوں کے گھروں میں کام کرتی اوراپنے شوہر کے لئے غذااور دواؤں کا انتظام کرتی تھی، ایک دن بیوی صاحبہ نے حضرت ایوب علیہ السلام سے کہا کہ آپ اللہ تعالیٰ سے بیماری کے دور ہونے اور تکالیف کے دور ہونے کی دعا کیوں نہیں کرتے ؟ حضرت ایوب علیہ السلام بحیثیت پیغمبر ہونے کی وجہ سے صبر وضبط اس قدر رکھتے تھے فرمایا: ستّر سال تندرستی اورصحت میں اللہ تعالیٰ کی نعمتیں خوب استعمال کیں ،شکرگزار زندگی گزاری، اب سات سال مصیبت میں صبر والی زندگی گزارنے میں مشکل محسوس کروں؛ حالانکہ اللہ سے دعا مانگنا بے صبری نہیں، ان کوخوشحالی کے مقابلے تکالیف اور مصائب میں صبر والی زندگی سے چھٹکارا پانے کے لئے دعا مانگنے میں شرم آتی تھی اور ہمت نہ ہوتی تھی، ان تمام ایام میں بھی اسی کمزوری اور تکالیف میں وہ ہمیشہ اللہ کو یاد کرتے رہتے ،کبھی اللہ کی یاد سے غافل نہیں ہوتے ، بلکہ اور زیادہ اللہ کی عبادات میں لگے رہے، جب شیطان نے وسوسے ڈالنا شروع کیا، اللہ سے مایوس کرنے کی کوشش کی، تو آپ نے اللہ تعالیٰ سے شیطان کے ستانے اورتکلیف دینے کا اظہار کر کے اپنی بیماری کی تکلیف کودور کرنے کی درخواست کی۔

وَأَيُّوبَ إِذْ نَادَى رَبَّهُ أَنِّي مَسَّنِيَ الضُّرُّ وَأَنتَ أَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ۔

(الانبیاء:۸۳) اور یہی (ہوشمندی) ہم نے ایوب کو دی تھی یاد کرو جبکہ اس نے اپنے رب کو پکارا کہ مجھے بیماری لگ گئی ہے اور تو ارحم الراحمین ہے۔

اللہ نے آپ کے پیر کو زمین پر رگڑنے سے پانی کا چشمہ نکالا جس کے نہانے اور پینے سے اندرونی اور بیرونی جسمانی تکلیف کو دور کیا، جنت سے ایک لباس بھیجا پھر آپ کے اس صبر پر ساری نعمتیں واپس دے دیں۔ (معارف القرآن:۶/۲۱۵-۲۱۶)

حضرت ایوبؑ کے اس واقعہ میں دنیا کا مال، دنیا کی عزت، دنیا کا سامان بنگلہ، کوٹھی، سواریاں، نوکر سب کچھ ختم ہو چکے تھے اور پھر جسمانی طور پر وہ سخت بیماری میں مبتلا ہو گئے تھے اس کے باوجود اللہ کو نہ چھوڑا، اللہ کی شکوہ وشکایت نہ کی، اس واقعے سے ایمان والوں کو یہ نصیحت ملتی ہے کہ اگر ایک ایمان والے پر ایسے حالات آجائیں اور زلزلوں، طوفانوں، جنگ وفساد، یا بیماریوں اور بے روزگاری کی وجہ سے وہ مال ودولت اور سامان زندگی اور صحت سے محروم ہو جائیں تب بھی ایوب علیہ السلام کی طرح وفادار بندہ بن کر اللہ کے بھیجے ہوئے حالات پر صبر کرنا اور ان تمام حالات کو تقدیر کا حصہ مان کر اللہ سے مدد مانگتے رہنا اور ہمیشہ زبان پر ذکر اور شکر والے الفاظ ہونا چاہئے، دعاؤں کی مدد سے تکالیف کے دور ہونے کی مدد صرف اللہ تعالیٰ سے مانگتے رہنا ہوگا، ایسے حالات آجائیں تو لوگ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع ہونے اور اللہ کو پکارنے کے بجائے غیر اللہ کو پکارتے اور ان سے مدد مانگتے ہیں یہ ایمانداری نہیں، ایمانداری تو یہ ہے کہ خوشحالی اور پریشانی دونوں حالتوں میں اللہ کا وفادار بن کر صبر اختیار کرنا، تب ہی اللہ ان کے ساتھ ہوتا ہے جیسے وہ حضرت ایوبؑ کے ساتھ رہا اور ان کی قرآن مجید میں یوں تعریف فرمائی:

إِنَّا وَجَدْنَاهُ صَابِراً نِعْمَ الْعَبْدُ إِنَّهُ أَوَّابٌ۔ (ص:۴۴)

ہم نے اسے صابر پایا وہ بڑا اچھا بندہ ہے اپنے رب کی طرف رجوع کرنے والا ہے۔

حضرت یعقوب اور حضرت یوسف علیہما السلام کی پوری زندگی صبر کی زبردست مثال ہے

حضرت یعقوب علیہ السلام اپنے بیٹوں کے آپس میں جلن اور حسد کی وجہ سے مصیبت میں مبتلا ہوگئے، پھر سوتیلے بھائیوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کو آپ سے جدا کر دیا اور بھیڑیا کے کھا جانے کی اطلاع دی، جس پر حضرت یعقوب علیہ السلام تقریباً آخری عمر تک بیٹے سے دور رہے اور بیٹے کی جدائی میں روتے ہوئے صبر کیا، آخر میں حضرت بن یمین کو بھی حضرت یعقوب علیہ السلام سے علحدہ کر دیا گیا، جو مزید صدمہ کا باعث بنا، وہ صبر کرتے ہوئے اللہ سے امیدیں قائم رکھے۔

حضرت یوسف علیہ السلام پر بھائیوں نے چوری کا الزام لگایا، ان کے خواب اور باپ سے قربت اور محبت پر جلن وحسد میں مبتلا ہوکر باپ سے جدا کر دیا، باپ سے اور گھر بار سے جدائی بیٹے کے لیے قیامت صغری ہوتی ہے، پھر اتنا ہی نہیں کیا؛ بلکہ قتل کرنے کے ارادہ سے کنویں میں کپڑے اتار کر برہنہ ڈال دیا، حضرت یوسف علیہ السلام باپ کے پاس لاڈو پیار سے پل رہے تھے، کنویں سے نکلنے کے بعد لوگوں نے غلام بنا کر مصر کے بازار میں فروخت کر دیا یقینی بات ہے کہ اس زمانے میں غلاموں کو رسیوں سے باندھ کر بازار میں لایا جاتا تھا اور لوگ اپنی مختلف خدمات کے لئے غلام خریدتے تھے، اور غلام کو محنت کرنی پڑتی تھی، آقاؤں کی بات پر نوکروں کی طرح دوڑنا پڑتا تھا، شاہی محل میں عزیز مصر نے غلام بنا کر خدمت کے لیے رکھا، ان تمام حالات میں حضرت یوسف علیہ السلام کو صبر کے ساتھ زندگی گذارنا پڑا، پھر اتنا ہی نہیں ہوا بلکہ عزیز مصر کی بیوی زلیخا نے حضرت یوسف علیہ السلام پر نگاہیں خراب کیں اور برائی پر اکسانا چاہا، یہ تو اتنی بڑی مصیبت تھی کہ آپ تقویٰ اور پرہیزگاری سے محروم ہوکر بدکردار انسان بن جاتے اور اللہ کی رحمت سے

دور ہو جاتے تھے، حضرت یوسف علیہ السلام نے اللہ کی محبت اور اللہ کی اطاعت اس کے ڈر و خوف سے عزیز مصر کی بیوی زلیخا کے پھسلانے سے بچ کر نفس کو روکا، جبکہ آپ انسان تھے کوئی فرشتہ نہیں تھے، خواہشات آپ میں بھی تھیں، آپ جوان، خوبصورت مرد تھے، بغیر شادی شدہ تھے، ایسا بھی نہیں کہ مصیبتوں کو برداشت کرتے کرتے شہوت بوڑھی ہو چکی تھی، شاہی خاندان میں رہنے کی وجہ سے عمدہ غذائیں اور اچھی مزے دار زندگی میں تھے، جوش جوانی بہت قوی تھی، مردِ مومن وہ بھی صحت مند انسان تھے، اکثر لوگ جب اپنے وطن سے دور ہوتے ہیں تو کوئی ان کو پہچاننے والا، بدنام کرنے والا نہیں ہوتا تو ایسی صورت میں لوگ گناہ کرنے سے نہیں ڈرتے، کھاتے پیتے عیش مستی کرتے، پھر محلات کا ماحول بھی عیش مستی کا ہوتا ہے۔

دوسری مصیبت یہ تھی کہ غلام ہونے کی وجہ سے آقا کی اور مالک کی بات سننا اور اس کے حکموں کو پورا کرنا ضروری ہوتا تھا، غلام اپنے آقا کے تحت مجبور ہوتا تھا، ورنہ آقا غلام کو سزائیں بھی دیتا تھا، یہ سب حضرت یوسف علیہ السلام بھی جانتے تھے، مگر آپ کو اللہ نے وہ صبر عطا فرمایا جس کی مثال قیامت تک آنے والے ایماندار بندوں کے لیے اللہ کی اطاعت و غلامی کا نمونہ ہے، جس صبر کی نقل کر کے انسان اللہ تعالی کا محبوب پسندیدہ بندہ بن سکتا ہے، آپ اللہ کی اطاعت کی خاطر ہر مصیبت کو قبول کرنے کو تیار ہو گئے۔

دوسری طرف عزیز مصر کی بیوی زلیخا بھی جوان تھی، شاہی حسب و نسب والی تھی، پوری سلطنت میں یقینی بات ہے کہ بادشاہ کی بیوی تمام عورتوں میں صحت، حسن، لباس، بناؤ سنگھار جسامت کے اعتبار سے حسین و خوبصورت ہی ہوتی ہے اور خاتونِ اول کا مقام رکھتی ہے، ویسے عمومی طور پر شاہی خاندان کی عورتیں حسین و جمیل ہی ہوتی ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی وجہ سے حسین و خوبصورت عورت ہی کی پیش کش کی گئی تھی، یہ سب کچھ ہونے کے باوجود زلیخا کا شوہر اس وقت موجود نہ تھا، محل کے کمروں میں سوائے حضرت یوسف علیہ السلام کے اور زلیخا کے کوئی دوسرا نہ تھا، دعوت زنا غلام کی طرف سے

نہیں ؛ بلکہ رائے وقت کی طرف دی جا رہی تھی، ہوسکتا ہے کہ اس وقت زلیخا نے بھی حضرت یوسف علیہ السلام کو اپنی طرف راغب کرنے کے لئے کتنی بن سنور کر آئی ہوگی، اس لیے کہ حضرت یوسف کے حسن کے سامنے اس کے حسن کی کوئی حقیقت ہی نہیں تھی، پھر اس نے حضرت یوسف علیہ السلام کو خواہش پورا نہ کرنے پر برے انجام سے ڈرایا بھی حالات کے سازگار ہونے کے باوجود اللہ نے حضرت یوسف کو ایسا صبر جمیل دیا جو امتِ مسلمہ کے ہر فرد کے لیے تقویٰ اور پرہیزگاری کی مثال ہے کہ وہ اسی طرح صبر کرنے والا بنے، پھر حضرت یوسف علیہ السلام کو عزیز مصر نے جیل بھیج دیا اور الزام لگادیا گیا جو بہت بڑی بدنامی کی بات تھی جیل میں کئی برس مصیبت کی زندگی گذارنی پڑی، جب آپ علیہ السلام نے خواب کی تعبیر بتلائی تو بادشاہ کے درباریوں سے کہا کہ وہ بادشاہ سے ان کا تذکرہ کرے، شاید اللہ کو یہ بات ناپسند ہوئی، مزید کئی سالوں تک درباری کے ذہن سے بات بھلادی گئی، پھر آخر میں الزامات سے پاک کر کے بری کیا گیا، یوسف علیہ السلام کے واقعات میں انسانوں کو صبر کی زبردست طریقے سے تعلیم دی جارہی ہے کہ ان تمام حالات میں حضرت یوسف علیہ السلام نے کبھی اللہ سے ناراضگی اور نافرمانی کی حرکت نہیں کی، حضرت یعقوب علیہ السلام نے بھی محبوب بیٹے کے گم ہوجانے کے باوجود دماغ کا توازن نہ کھویا صرف صبر ہی صبر کیا اور کبھی اللہ سے کسی قسم کے شکایتی کلمات اپنی زبان سے نہ نکالے، یہ بھی دراصل ایمان والے والدین کے لیے جن کی اولاد ان سے گم ہوجائے زبردست مثال اور نمونہ اور اطاعت کی تعلیم ہے۔

ہر قسم کی ذلت کے باوجود اللہ کی چوکھٹ نہ چھوڑنا

قرآن وحدیث میں حضرت کعب بن مالکؓ، ہلال بن امیہ اور مرارہ بن ربیع کا سفر تبوک میں شریک نہ ہونے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دریافت کرنے پر سچ سچ بتلا دینے کے بعد پورا مسلم معاشرہ یہاں تک کہ ان کے اہل وعیال کو بھی تعلق ختم کردینے

کا حکم دیا گیا، سلام کلام تک ترک کر دیا گیا، ان کا بائیکاٹ ۵۰ دنوں تک جاری رہا؛ مگر اس کے باوجود ان لوگوں نے اللہ سے خوب رو رو کر معافی مانگی، دعائیں کر کے اپنے آپ کو گنہگار بندوں کی حیثیت سے رجوع کیا، ان ۵۰ دنوں میں صبر کی راہ اختیار کی، کسی سے اسلام کی، اللہ اور اس کے رسول کے بارے میں کوئی شکایتی جملے یا الفاظ نہ اپنے دل میں آنے دیئے اور نہ لوگوں کے سامنے اپنے منہ سے نکالے، الٹا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت اور اللہ سے قرب حاصل کرنے کے لئے تڑپتے رہے اور پورے ۵۰ دنوں میں باوجود سارا معاشرہ بائیکاٹ کرنے کے صبر اختیار کر کے اللہ اور رسول کے وفادار بنے رہے اور ان کی چوکھٹ پر پڑے رہے، ۵۰ دنوں بعد اللہ نے ان کو معاف کیا اس سے معلوم ہوا کہ کسی بھی قسم کی ذلت یا بے عزتی یا مدد کے نہ ملنے پر یا سزا اور عذاب کی مار پڑنے پر یعنی اللہ کا عتاب نازل ہونے پر بھی ہر حالت میں صبر اختیار کر کے اللہ تعالیٰ کی چوکھٹ پر پڑے رہنا اور یہ تصور رکھنا کہ سوائے اس کے کوئی مددگار ہی نہیں اسکو چھوڑ کر کہیں نہیں جا سکتے، اسی کو راضی کرنے کی کوشش کرنا اور اس کے تعلق سے کوئی شکایتی خیال نہ دل میں آنے دیں اور نہ زبان سے نکالیں ایسے ہی لوگوں سے اللہ بھرپور محبت کرتا ہے اور ان کے ساتھ رہتا ہے۔ **إِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصَّابِرِيْنَ**

احادیث کی روشنی میں ایک بندہ کو اللہ تعالیٰ سے ہمیشہ دنیا اور آخرت کی تکالیف سے دور رکھنے، بیماریوں سے بچانے، روزگار کی محرومی سے بچانے، آزمائشوں اور مشکلات، سزاؤں اور عذابوں سے بچانے، بدن کی تکالیف سے محفوظ رکھنے کی دعا کرتے رہنا چاہئے، جو انسان مشکلات اور پریشانیوں میں صبر کرنے کی ہمت رکھتا ہے وہی کامیاب زندگی گزار سکتا ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆

دنیا کے مختلف حالات پر صبر اختیار کرنے ہی میں فائدہ ہے

قرآن مجید میں سورہ کہف میں حضرت موسیٰؑ اور حضرت خضرؑ کی ملاقات کا تذکرہ بیان کیا گیا اور حضرت خضر علیہ السلام سے غیر معمولی واقعات ہونے کا تذکرہ ہے کہ انہوں نے کشتی کو عیب دار بنا دیا، ایک گرتی ہوئی دیوار کو درست کرنے اور ایک لڑکے کو ختم کرنے کا تذکرہ ہے۔ حضرت موسیٰؑ ان واقعات کی وجوہات سے واقف نہ ہونے کی وجہ سے صبر نہ کر سکے اور خضرؑ نے ان سے بار بار کہا کہ آپ میرے ساتھ صبر نہیں کر سکیں گے؛ چنانچہ بار بار وجہ پوچھتے رہے ان سے صبر نہ ہو سکا، ہر مرتبہ یہ کہتے کہ انشاء اللہ میں اب صبر کرونگا حضرت موسیٰؑ اور حضرت خضرؑ کے اس تذکرہ سے ہم ایمان والوں کو یہ بھی سبق ملتا ہے کہ دنیا کی زندگی میں انسانوں پر مختلف حالات آئیں گے انسان یہ نہیں جان سکے گا کہ یہ حالات اس کے لئے فائدہ مند ہیں یا نقصان دہ، ان کی حکمت و مصلحت انسانوں کو معلوم نہ رہے گی اس لئے کہ دنیا امتحان کی جگہ ہے تمام حالات میں انسان کے لئے ضروری ہے کہ وہ صبر اختیار کرے یہی اس کے لئے بہتر عمل ہے۔ اگر وہ بے صبری کرے گا تو ان حالات میں غلط نتیجہ نکال کر گمراہ ہو جائے گا، اس لئے تمام حالات میں نہ شکایت کرے اور نہ ناامید ہو، بے چینی اور تکلیف محسوس نہ کرے اللہ تعالیٰ کی حکمت و مصلحت پر بھروسہ کر کے صبر اختیار کرے تمام حالات میں جن کی وجوہات معلوم نہ ہوں اپنی عقل نہ لڑائے، بکواس نہ کرے اور صبر کرے، ان حالات کو بہتر سمجھے اللہ تعالیٰ سے مدد مانگے خیر و شر سب کچھ اللہ کی طرف سے ہونے کا عقیدہ رکھے۔ ذرا غور کیجئے!

☆ حضرت یوسفؑ کے بھائیوں نے حضرت یوسفؑ کو لے جا کر کنویں میں ڈال دیا، وہ حضرت یوسفؑ کو اپنے راستے سے ہٹانا چاہتے تھے، ان کو کیا معلوم کہ حضرت یوسفؑ مصر چلے جائیں گے اور وہاں فروخت ہوں گے۔

☆ زلیخا یعنی عزیز مصر کی بیوی نے حضرت یوسف علیہ السلام کو برائی میں پھنسا کر جیل

بھجوادیا اس کو کیا معلوم جیل سے حضرت یوسف علیہ السلام خواب کی تعبیر کر کے مصر کی حکومت میں ایک اہم وزیر بن جائیں گے، والد اور بھائیوں سے ملنے کا ذریعہ پیدا ہوگا۔

☆ صحابہ کرام کو صلح حدیبیہ میں جن شرائط پر صلح ہوئی تھی ان کو انہوں نے کمزوری اور دب کر صلح ہونے کا تصور کیا، ذلت سمجھی؛ مگر ان کو کیا معلوم تھا کہ وہ صلح کے پیچھے کھلی فتح ہے اور بہت جلد صلح فتح میں بدل جائے گی۔

☆ صلح حدیبیہ کی شرائط میں مکہ کے آدمی کے ایمان قبول کرنے پر واپس دینے کی شرط رکھی تھی، مگر مشرکان مکہ کو کیا معلوم کہ وہ شرط ان کے لئے تکلیف کا ذریعہ بنے گی۔

☆ صلح حدیبیہ میں دس سال تک جنگ نہ کرنے کی شرط تھی، مشرکین مکہ کو کیا معلوم تھا کہ اس امن کی وجہ سے اسلام خوب پھیلے گا۔

☆ عکرمہ بن ابو جہل مکہ سے بچ کر بھاگ رہے تھے، سمندری سفر میں کشتی بھنور میں آ گئی، ان کو کیا معلوم تھا کہ سمندری بھنور ان کی ہدایت کا ذریعہ بنے گا۔

☆ حضرت ام سلمہؓ سے روایت ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: کوئی بھی مسلمان کسی تکلیف کے پہونچنے پر اللہ کے حکم کے مطابق إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ کہے اور دعا کرے کہ اے اللہ مجھے اپنی اس تکلیف کا اجر وثواب عطا فرما اور جو چیز چھین گئی ہے، میرے لئے اس سے بہتر بدل فراہم کر دے تو اللہ اسے اس سے بہتر بدل عطا فرمائے گا۔ (مسلم)

☆ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ میرا سارا مال تلف ہوگیا ہے اور میرے جسم کو بیماری نے لاغر کر دیا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر کسی بندہ کا مال ضائع نہ ہو، اسے کوئی بیماری یا رنج نہ پہنچے تو اس میں کوئی نیکی اور خوبی نہیں، کیونکہ خدائے تعالیٰ جب کسی بندے کو دوست بناتا ہے تو اسے مصیبت میں ڈال دیتا ہے، پھر اسے صبر عطا فرماتا ہے۔

غصہ میں صبر کرنا سب سے بڑی بہادری ہے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پہلوان وہ ہے جو اپنے غصہ کے وقت اپنے نفس کو قابو میں رکھے۔ (بخاری ومسلم)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کسی کو غصہ آجائے اور وہ کھڑا ہو تو بیٹھ جائے، اگر بیٹھنے سے غصہ چلا جائے تو بہتر ہے، ورنہ لیٹ جائے، اس سے غصہ چلا جائے گا، (احمد) ایک روایت میں ہے کہ وضو کرلے۔ (ابوداؤد)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص نرمی سے محروم کر دیا گیا وہ (ہر) خیر سے محروم کر دیا گیا۔ (مسلم) نرمی کا تعلق صبر سے ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مؤمن نرم طبیعت، ملائم مزاج ہوتے ہیں جیسے نکیل پڑا ہوا اونٹ ہوتا ہے، جہاں چاہو لے جاؤ، چلا جائے اور جہاں چاہے بیٹھاؤ بیٹھ جائے۔ (ترمذی)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص غصہ کے تقاضے پر چلنے کی قدرت رکھتے ہوئے غصہ پی گیا، اسے قیامت کے روز اللہ مخلوقات کے سامنے بلا کر اختیار دیں گے کہ جس حور کو چاہے لے لے۔ (ترمذی)

حضرت علیؓ کا ایک شخص سے مقابلہ ہو رہا تھا، آپؓ نے اس کو پچھاڑ دیا اور اس کے سینے پر بیٹھ گئے، اس نے اسی وقت لیٹے لیٹے آپ کے چہرے پر تھوک دیا آپ فوراً اسکو چھوڑ کر علحدہ ہو گئے لوگوں نے وجہ دریافت کی، تو فرمایا؛ پہلے میں جو لڑ رہا تھا اللہ کے لئے، مگر جب اس نے میرے چہرے پر تھوک دیا تو میرے نفس کو بہت غصہ آگیا، اس لئے اب میرا لڑنا اللہ کے لئے نہیں رہا غصہ پر صبر کرتے ہوئے علحدہ ہو گیا۔ ایسے ہی لوگوں کے ساتھ اللہ کا وعدہ ہے۔ **اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصَّابِرِيْن**

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد

فرمایا: حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے عرض کیا: پروردگار آپ کو اپنے بندوں میں کون سب سے زیادہ عزیز ہے؟ اللہ پاک نے ارشاد فرمایا: وہ بندہ جو (انتقام) سزا دینے کی قدرت رکھنے کے باوجود معاف کردے۔ (بیہقی)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک شخص نے اپنے غلام کے بارے میں دریافت کیا کہ یا رسول اللہ میں اپنے خادم (غلام ونوکر) کا قصور کتنی مرتبہ معاف کروں پہلی مرتبہ خاموش رہنے کے بعد پھر دوسری مرتبہ پوچھنے پر فرمایا: ہر روز ستر مرتبہ۔ (ترمذی)

غصہ آجائے تو لوگ آپے سے باہر ہو جاتے، چلاتے، چیختے اور کپڑے پھاڑ لیتے یا سامان پھینکتے یا ہوش کھو کر غصہ کے جوش میں لکڑی، چھری، چاقو، یا تلوار لے کر مار پیٹ کے لئے دوڑتے یا ہاتھ پیر توڑ دیتے ہیں۔ یہ سب جہالت اور غیر اسلامی حرکات ہیں بے صبرا پن ہے، غیر مسلم بھی غصہ میں اپنے آپ کو قابو میں نہیں رکھ سکتا، زبان اور جسم کو کنٹرول نہیں کرسکتا اور اپنے آپ کو شیطان کے حوالے کر دیتا ہے، بے صبرا بن جاتا ہے، اگر مسلمان بھی ایسا کرے تو اس میں اور غیر مسلم میں کیا فرق باقی رہا؟ اکثر لوگ لڑائی جھگڑوں میں گالی کا جواب گالی سے دیتے یہ اسلام نہیں، غصہ میں مسلمان بنے رہئے ،حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے گالیاں دینا منافق کی علامت بتلائی، اس لئے گالی کا جواب گالی سے نہ دینا، طاقت رکھ کر لڑائی جھگڑا نہ کرنا، زبان اور ہاتھ پیر کو قابو میں رکھنا صبر ہے، ایسے ہی لوگوں کے ساتھ اللہ کا وعدہ ہے۔ **اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصَّابِرِيْن**

لڑائی جھگڑوں میں صبر اختیار کیا گیا تو اللہ کا فرشتہ صبر کرنے والے کی طرف سے جواب دیتا ہے گویا وہ اللہ کی طرف سے لعنت کرتا ہے۔

ایک شخص حضرت ابوبکر صدیقؓ کو برا بھلا کہہ رہا تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابو بکر صدیقؓ کے صبر کرنے اور خاموش رہنے پر تعجب اور تبسم فرما رہے تھے جب اس آدمی نے بہت زیادہ بکواس شروع کردی تو حضرت ابوبکرؓ نے بھی اس کی بعض باتوں کو اس پر الٹ دیا اور جواب دیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم وہاں سے چلے گئے، حضرت ابوبکرؓ نے چلے

جانے کی جب وجہ دریافت کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تک تم خاموش تھے صبر کرر ہے تھے تمہارے ساتھ اللہ کا ایک فرشتہ تھا جو تمہاری طرف سے جواب دے رہا تھا ، جب تم خود جواب دینے لگے تو وہ فرشتہ چلا گیا اور شیطان بیچ میں آ گیا تا کہ لڑائی کو اور بڑھا سکے۔ (سنن ابی داؤد کتاب الادب)

لڑائی جھگڑے اور فسادات میں غصہ ہو کر اور ہوش کھو کر جوش میں آنا جہالت ہے، صبر یہ ہے کہ ان حالات میں ہوش کو سنبھالے رکھنا، سوچ سمجھ کر فیصلہ کرنا، زبردستی اپنے آپ کو ہلاکت اور مصیبت میں نہ ڈالنا، شیطان انسانوں کو صبر سے دور رکھ کر لڑانا چاہتا ہے۔

☆ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب بندہ پر کوئی ظلم وزیادتی کی جائے اور وہ محض اللہ عزوجل کے لئے اس سے درگزر کرے (اور انتقام نہ لے) تو اللہ تعالیٰ اس کے بدلے میں اسکی بھرپور مدد فرمائیں گے اور دنیا و آخرت میں اس کو عزت دیں گے۔ (مسند احمد)

☆ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے نو باتوں کا خاص طور پر حکم دیا گیا ہے ان میں سے ایک بات یہ فرمائی کہ جو کوئی مجھ پر ظلم وزیادتی کرے میں اس کو معاف کر دیا کروں۔ (مسند احمد)

☆ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو مسلمان لوگوں سے میل جول رکھتا ہے اور ان سے جو تکلیف پہنچتی ہے اس پر صبر کرتا ہے، وہ اس شخص سے افضل ہے جو لوگوں سے میل جول نہیں رکھتا اور ان سے ملنے والی تکلیف پر صبر نہیں کرتا۔ (ترمذی)

بیماریوں پر شکوہ وشکایت نہ کرنا صبر ہے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: حق تعالیٰ نے فرمایا ہے جس بندے پر میں نے ایک بیماری نازل کی اور اس نے اس پر صبر کیا اور لوگوں سے اس کی شکایت نہیں کی تو اگر اس کو صحت دوں تو اس سے بہتر گوشت پوست اس کو دونگا اور اگر دنیا سے اٹھاؤں تو اپنی رحمت کاملہ کے سایہ میں لے جاؤں گا۔ (مستدرک حاکم)

ایک صحابیہ کو مرگی کی بیماری تھی جس کی وجہ سے وہ بے ہوش ہو کر گر جاتیں،

انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیماری کے دور ہونے کی دعا کی درخواست کی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر تم اس پر صبر کرلو تو جنت ملے گی ورنہ میں دعا کر دیتا ہوں انہوں نے صبر اختیار کرنے کی رضا مندی ظاہر کی اور کہا کہ میرے لئے اتنی دعا کر دیجئے کہ بے ہوشی کی حالت میں میرا جسم ننگا نہ ہونے پائے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہی دعا فرمادی، (بخاری ومسلم) بے شک اللہ کا وعدہ ایسے ہی لوگوں کے ساتھ ہے۔ **اِنَّ اللّٰہ مَعَ الصَّابِرِیْن**

اکثر اندھے، بہرے اور معذور لوگ صبر نہیں کرتے

اکثر معذور لوگوں کی زبانی یہ باتیں سنی گئیں کہ خدا کو ہمیں اندھا پیدا کر کے کیا ملا لنگڑا معذور ہمیں ہی بنانا تھا، اے اللہ تو اندھا بنا کر مجھے تکلیف کیوں دے رہا ہے؟ اندھے بہرے بنانا ہماری ہی قسمت میں لکھ دیا وغیرہ، اس قسم کی باتیں ان انسانوں سے نکلتی ہیں جو یہ نہیں جانتے کہ دنیا امتحان کی جگہ ہے، یہاں کسی کو آنکھیں دے کر امتحان لیا جارہا ہے اور کسی کو اندھا رکھ کر امتحان لیا جارہا ہے، چنانچہ جو لوگ تکالیف میں صبر اختیار کرتے اور اللہ تعالیٰ کے فیصلے پر راضی ہو کر اس کی اطاعت کرتے ہیں وہ صابرین میں شمار ہوتے ہیں، ان کو دنیا کی نعمتوں سے اگر محروم رکھا گیا تو کیا ہوا آخرت میں وہ کم اعمال پر بڑے بڑے درجات حاصل کرلیں گے؛ اس لئے کسی بھی مصیبت میں اللہ پر شکایتی الفاظ استعمال کر کے اپنی آخرت کی جزا کو برباد نہیں کرنا چاہئے، اللہ تعالیٰ جس حالت میں بھی رکھے اس حالت پر صبر اختیار کر کے راضی رہیں۔

☆ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے حق تعالیٰ نے حضرت جبرئیلؑ سے فرمایا: اے جبرئیل! کیا تم کو معلوم ہے کہ میں جس کی بصارت چھین لوں اس کا اجر کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عرض کیا: **سُبْحَانَ اللّٰہِ لَا عِلْمَ لَنَا إِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا**، ارشاد ہوا: اس کا اجر یہ ہے کہ ہمیشہ میرے گھر میں رہتے اور میں اس کو اپنے دیدار کی دولت دوں گا۔ (طبرانی الاوسط)

☆ ایک روایت میں ہے کہ نابینا شخص اگر فرض نماز کی جماعت میں شامل ہو تو اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے سب کی نماز قبول کر لیتا ہے۔

☆ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ جب کسی بندے کو کوئی اونچا مقام دینا چاہتا ہے جہاں وہ اپنے عمل سے نہیں پہنچ سکتا، تو اللہ اسے جسمانی یا مالی یا اولاد کے سلسلہ کی مصیبت میں ڈال دیتا ہے، پھر اسے اس تکلیف پر صبر کی توفیق عطا فرماتا ہے، یہاں تک کہ وہ مقام اسے عطا کرتا ہے۔ (مسند احمد، ابوداؤد)

☆ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ جب کسی سے محبت کرتا ہے تو اسے آزماتا ہے، آزمائش پر جو صبر کرے اس کے لئے بہترین اجر ہے۔ (مسند احمد)

مسلمان کو جب تھکاوٹ یا بیماری لاحق ہوتی ہے یا وہ حزن وملال اور تکلیف سے دو چار ہوتا ہے حتی کہ اگر اسے ایک کانٹا بھی چبھتا ہے تو اللہ تعالی اس کے بدلے اس کے گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔ (بخاری)

شہوت پر صبر کرنے کا طریقہ

جب انسان میں شہوت زور پکڑتی ہے تو اس کی آنکھیں اور دل ودماغ برائی کی طرف رغبت اختیار کرتے ہیں اور نامحرم کو گھورتے، ان کی چال ڈھال اور آواز سے لذت حاصل کرتے ہیں، گویا آنکھ، کان اور دل ودماغ زنا میں مبتلا ہو جاتے ہیں، ایسی صورت میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے امتیوں کی یہ تربیت فرمائی کہ وہ اپنے آپ کو گناہ سے بچانے اور شیطان کو نفس پر حاوی ہونے سے روکنے کے لئے اپنی بیوی سے ہمبستری کرے، اور زور شہوت کو کنٹرول کر کے صبر اختیار کرے، جائز طریقے سے اللہ کے قائم کردہ حدود میں اپنی نفسانی خواہش پوری کی جائے تو یہ صبر کہلاتا ہے، برائی کی طاقت رکھ کر اس سے بچا جا رہا ہے تو یہ صبر کہلاتا ہے۔ نکاح کی استطاعت نہ ہو تو شہوت کو قابو میں رکھنے کے لئے روزے رکھنے کی تاکید ہے، یہ بھی صبر کہلاتا ہے، اس سے نفس قابو میں رہتا

ہے ایسے ہی لوگوں کے ساتھ اللہ کا وعدہ ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصَّابِرِیْن

غیر مسلم اپنی شہوت کو جانوروں کی طرح پوری کرتے ہیں اور جہاں چاہے منہ مارتے ہیں، آوارہ عورتیں اور مرد سرکاری بیت الخلا کی طرح بن جاتے ہیں، جہاں ہر کوئی فارغ ہوسکتا ہے، سرکاری بیت الخلا ہر ایک کے لئے کھُلا رہتا ہے۔ فیس دے کر فارغ ہوتے ہیں۔

فتح مکہ کے دوسرے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اکیلے طواف کرتا ہوا دیکھ کر فضالہ نامی ایک نوجوان برے ارادے سے آپ کے قریب آیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے دل کی بات بتلا کر سینے پر ہاتھ رکھا اور کہا: اللہ سے معافی مانگو! فضالہ کے سینے کی کیفیت ہی بدل گئی اور وہ ایمان لے آئے، فضالہ مکہ کا ایک ایسا نوجوان تھا جس کی راتیں فاحشہ عورتوں، شراب اور گانا بجانا وغیرہ میں گذرتی تھیں، ایمان قبول کرنے کے بعد جب وہ اپنے گھر جارہے تھے تو راستے میں ان کی محبوبہ کے گھر کے سامنے سے گذر ہوا، اس کی طرف آنکھیں اٹھا کر بھی نہ دیکھی، اس نے خود فضالہ کو آواز دی کہ آخر آج آپ کا انداز پورا بدلہ ہوا ہے، میری طرف بھی نہیں دیکھ رہے ہو، فضالہ نے نیچی نگاہوں سے کہا کہ: اللہ اور اس کا رسول میرے نفس کو ایسی گندی اور ناپاک باتوں اور کاموں سے روکتے ہیں۔

غیر مسلموں کی اذیتوں پر یک طرفہ صبر کرنا کامیابی دلاتا ہے

دنیا کے مختلف غیر مسلم ممالک میں مسلمان غیر مسلموں کے ساتھ زندگی گزار رہے ہیں، ان کو خاص طور پر حکمت و مصلحت کے ساتھ غیر مسلموں کی اذیتوں اور تکالیف پر صبر کرنا چاہئے، اس سے اسلام کی تبلیغ اور اسلام کو سمجھنا غیر مسلموں کے لئے آسان ہو جائے گا، مگر مسلمان غیر مسلموں کے ساتھ رہتے ہوئے مقصد ہی سے واقف نہیں، وہ کسی بات پر صبر نہیں کرتے، ہمیشہ ناانصافیوں اور فسادات پر احتجاج، جلوس، جلسے اور ٹکراؤ کا

جواب ٹکراؤ سے دیتے ہیں، شرکیہ اعمال کا جواب شرکیہ اعمال سے دیتے ہیں، ان کے پاس صبر نہ ہونے کی وجہ سے غیر مسلموں کو اسلام اور غیر اسلام کا فرق سمجھ میں نہیں آرہا ہے، وہ یک طرفہ صبر کرنے کو بزدلی سمجھتے ہیں اور اپنے آپ کو مصیبت میں مبتلا کرلیتے ہیں، صرف صبر کرنا بزدلی ہے صبر کے ساتھ ساتھ اچھائی کا حکم کرنا برائی سے روکنا اور مرنے کے بعد والی زندگی سے واقف کروانا بہادری ہے، مکہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب اسلام پیش کررہے تھے تو چار قسم کے گروپ بن چکے تھے، ایک گروپ دعوت اسلام دے رہا تھا، دوسرا گروپ ظلم وزیادتی کررہا تھا، تیسرا گروپ ظلم وزیادتی کو یک طرفہ طور پر برداشت کررہا تھا، چوتھا ظلم وزیادتی اور صبر کرنے والوں کی زندگی کو دیکھ کر اسلام کا جائزہ لے رہا تھا، مگر اس چوتھے گروپ میں اتنی طاقت نہیں تھی کہ وہ کھلے طور پر اسلام قبول کرے اور ظلم کو برداشت کرے، جب فتح مکہ ہوا تو یہ چوتھا گروپ جوق درجوق اسلام میں داخل ہوگیا۔

غیر مسلموں کے اشتعال انگیز نعرے یا طعنے دینے یا تقاریر کرنے یا چھیڑ چھاڑ کرنے یا مساجد کی بے حرمتی کرنے پر برداشت نہ کرنا اور موقع ومحل کا خیال نہ کرتے ہوئے فوراً ان کا جواب دینا یہ اسلام کو اور خود ایمان والوں کو نقصان پہنچاتا ہے، ایسے حالات میں یک طرفہ صبر اختیار کرتے ہوئے عدالت اور قانون کا سہارا لینا، پارلیمنٹ اور حکومت کے دفاتر میں قانونی لڑائی لڑنا اور قانون کے تحت اپنے حقوق مانگنا، خود ایمان والوں کے لئے اور اسلام کے لئے بہتر ہے اس سے غیر مسلموں کو اسلام کے سمجھنے میں آسانی ہوتی ہے، غیر مسلموں پر شیطان قابض ہوتا ہے، شیطان ایمان والوں کو ان کے ذریعہ غصہ دلا کر بھڑکانا چاہتا ہے اور فساد برپا کرنا چاہتا ہے اور مسلمانوں کا صبر توڑنا چاہتا ہے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ایمان والوں کو بڑے شر کے مقابلے چھوٹے شر کو برداشت کرنے کی تعلیم دی ہے۔ مکہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم دعوت دے رہے تھے، صحابہ نے دوسری طرف طاقت نہ ہونے، حالات سازگار نہ ہونے اور مشرکان مکہ کا غلبہ ہونے کی وجہ سے مقابلہ کر

کے نقصان اٹھانے کے بجائے مار کھانا گوارا کیا۔تکالیف جھیلنا گوارا کیا،جس کو چوتھا گروپ دیکھ رہا تھا، احتجاج کرنا، یا جلوس نکالنا یا راستوں پر دھرنا دینا یا بھوک ہڑتال کرنا بزدلی کی علامت ہے، قانون کا سہارا لے کر صبر کرنا بہادری کی علامت ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پہلوان وہ ہے جو اپنے غصہ کے وقت اپنے نفس کو قابو میں رکھے۔(بخاری ومسلم)

دنیا میں مسلمانوں کو یا تو مکی زندگی کے حالات آئیں گے یا مدنی زندگی کے حالات ملیں گے، ایسی صورت میں جہاں پر بھی مکی زندگی کے حالات آئیں ،وہاں مسلمانوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کی مکی زندگی کی پیروی کرتے ہوئے یک طرفہ صبر اختیار کرنا ہوگا اور بدلہ، لڑائی اور جھگڑوں سے دور رہنا ہوگا، ان کی نظر میں مکی زندگی کا پورا نقشہ ہونا ضروری ہے، طائف کے سفر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو زخمی کردیا گیا، پتھر مار مار کر لہولہان کردیا گیا، یہاں تک کہ جوتیوں میں خون تک اتر گیا، اللہ کے حکم سے پہاڑوں کا فرشتہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور عرض کیا کہ اللہ نے آپکی حالت دیکھ لی، اور اگر آپ کی اجازت ہو تو میں یہ دو پہاڑوں کو ملا کر ان کو کچل دوں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حالت میں بھی صبر کو نہیں چھوڑا اور برداشت کرتے ہوئے فرمایا: نہیں مجھے یہ لوگ نہیں سمجھے اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ ان کی اولاد مجھے سمجھے گی اور ایمان لائے گی۔

جنگ احد کے موقع پر آپ کا چہرہ زخمی ہوگیا، کندھے پر تلوار کا زبردست وار چلا، دوہری زرہ ہونے کی وجہ سے نہ کٹ سکی۔دندان مبارک شہید ہوئے اور چہرے پر تلوار ماری گئی تو لوہے کی ٹوپی کی دو کڑیاں جبڑے میں دھنس گئیں، چہرہ خون سے لہولہان ہوگیا۔ آپ خون پوچھتے جارہے تھے اور کہتے جارہے تھے کہ وہ قوم کیسے ہدایت پاسکتی ہے جس نے اپنے نبی کو زخمی کردیا،اس کے دانت توڑ دیئے، حالانکہ وہ انہیں اللہ کی طرف دعوت دے رہا تھا، اس پر اللہ تعالیٰ نے وحی نازل فرمائی: آپ کو کوئی اختیار نہیں۔(آل عمران:۱۲۸)

پھر تھوڑی دیر بعد آپ نے یہ دعا فرمائی: کہ اے اللہ! میری قوم کو بخش دے وہ نہیں جانتی، اے اللہ! میری قوم کو ہدایت دے وہ نہیں جانتی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ والوں نے جادوگر، جھوٹا، مجنون اور پاگل تک کہا، مکہ میں داخل ہونے نہیں دیا۔ ابوجہل اور کچھ لوگ آپ کے پیچھے رہ کر لوگوں کو کہتے کہ اس کی بات مت مانو یہ جھوٹا ہے، قتل کرنے کا منصوبہ بنایا گیا، مکہ میں جینا محال کر دیا گیا، بعض لوگوں نے بددعا کرنے کی درخواست کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ سرخ ہو گیا اور فرمایا کہ: تم سے پہلے وہ لوگ گزرے ہیں جن کے سروں پر آرے چلائے جاتے اور ان کا لوہے کی کنگھیوں سے گوشت نوچا جاتا، چیرا جاتا تاہم وہ اپنے فرض سے رکے نہیں۔

مشرکان مکہ نے شعب ابی طالب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اور آپ کے اصحاب کو قید کر دیا اور کعبے کی دیواروں پر آپ سے سماجی بائیکاٹ کرنے کا حکم لکھ کر لگا دیا، گھاٹی میں پہرا لگا دیا، ہر قسم کا لین دین، خرید و فروخت اور کھانے کی کوئی چیز اندر جانے نہیں دی، یہ بائیکاٹ تین سالوں تک جاری رہا صحابہ کو غذائیں نہ ملنے پر پتے کھا کر اور چمڑے کو پانی میں ابال کر کھانا پڑا۔ چھوٹے بچے بھوک سے بلک بلک کر روتے، پوری وادی میں ان کی آواز سنائی دیتی، بی بی خدیجہ اور ابوطالب بھی آپ کے ساتھ گھاٹی میں بند رہے، بی بی خدیجہؓ نے باوجود دولت مند ہونے کے آپ کے ساتھ اس قید میں تین سالوں تک صبر کے ساتھ برابر تکالیف برداشت کیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اور اسلام کا ساتھ دیا، اپنا پورا مال حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دے کر اسلام کے پھیلنے میں مدد کی، ان ایام میں کسی مسلمان نے بھی مشرکان مکہ سے نہ احتجاج کیا، نہ جلوس نکالا اور نہ لڑائی جھگڑا کھڑا کیا، صرف یک طرفہ صبر اختیار کیا آج بھی اگر حالات ایسے ہوں تو حکمت سے کام لینا ہوگا۔

فتح مکہ ہوا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام صحابہ فاتحین بن کر داخل ہوئے، مگر مشرکان مکہ کی پچھلی تمام ظلم و زیادتیوں پر کوئی بدلہ نہیں لیا گیا، مشرکان مکہ کو عام معافی دے

دی گئی، نہ شعب ابی طالب کا بدلہ لیا گیا، نہ صحابہ کے قتل کا بدلہ لیا گیا اور نہ مالوں کو لوٹنے اور گھروں سے نکالنے اور شہر سے باہر کرنے کا بدلہ لیا گیا، نہ طائف والوں سے بدلہ لیا گیا۔

اسلام قبول کرنے کے بعد مصیبتیں برداشت کرنا صبر ہے!

دنیا کی تاریخ بتلاتی ہے کہ جب بھی دعوت وتبلیغ کا کام کیا گیا یا کسی نے اسلام قبول کیا، تو ان لوگوں پر مصیبتوں کے پہاڑ توڑے جاتے ہیں، یا تو اسلام قبول کرتے ہی خاندان اور گھر سے الگ کر دیا جاتا ہے، یا مال وجائداد سے محروم کر کے بے روزگار کر دیا جاتا ہے، یا جان کا خطرہ پیدا ہو جاتا ہے۔ دعوت وتبلیغ کرنے والوں کے راستوں میں کانٹے بچھائے جاتے ہیں۔ ایسے تمام حالات میں ہر زمانے میں اسلام قبول کرنے والے اور دعوت کا کام کرنے والوں نے صبر اختیار کیا۔ قرآن مجید میں بتلایا گیا کہ انسانوں نے بہت سے پیغمبروں کو قتل کیا۔ سورہ یٰس، یوسف نجار جو پیغمبروں کی تائید میں اٹھے انھیں قتل کیا گیا، اصحاب اخدود جنھوں نے ایمان لایا، شرک سے توبہ کی، بڑے بڑے گڑھے کھود کر ان میں آگ جلائی گئی اور ان کو اوپر سے پھینک کر زندہ جلا دیا گیا۔ اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت سے صحابہ کی جان ومال کو لوٹ لیا گیا، بی بی سمیہؓ کو شہید کیا گیا، ان کے شوہر یاسر اور بیٹے کو بھی شہید کر دیا گیا، بعض صحابہ دولت مند اور امیر گھرانوں کی اولاد تھے، اسلام قبول کرتے ہی ان کا سارا مال ودولت سب کچھ کھینچ لیا گیا۔ یہاں تک کہ جسم کے کپڑے اتار کر ننگا کر دیا گیا، مگر انہوں نے بھوک پیاس کی تکالیف برداشت کر کے صبر کیا اور معمولی پیوند لگے کپڑے اور ٹاٹ باندھ کر اسلام پر رہنا گوارا کیا، مگر ایمان نہیں چھوڑے، مصعب بن عمیرؓ امیر گھرانے کے لاڈلے بیٹے تھے، گھوڑے پر سوار ہو کر نکلتے، آگے پیچھے غلام چلا کرتے، بدن پر بھاری لباس ہوتا، خوشبو اتنی لگاتے کے جانے کے بعد بھی پھیلی رہتی، ایمان لاتے ہی ان کو پورا ننگا کر دیا گیا اور وہ ٹاٹ لپیٹنے پر مجبور ہو گئے، اسی طرح ابو جندل کو سہیلؓ نے زنجیروں میں باندھ کر قید کر دیا تھا۔

تجارت میں تقوی اختیار کر کے کم منافع پر صبر کرنا چاہیے

تجارت اور کاروبار میں انسان کا نفس انسان کو زیادہ نفع کمانے کی لالچ میں دھوکا، جھوٹ، عیب، چھپا کر فروخت کرنے یا مال میں ملاوٹ کر کے یا نقلی مال یا باہر کا لیبل لگا کر فروخت کرنے کی ترغیب دیتا ہے، ایسی تمام حالتوں میں مسلمان تقوی اختیار کر کے اپنے نفس پر قابو حاصل کرے اور کم منافع پر راضی ہو کر مال کے عیب اور نقص کو ظاہر کرے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے پر تجارت کرے، چاہے مال دیر سے فروخت ہو یا کم منافع حاصل ہو تو یہ تجارت صبر والی تجارت ہوگی، ایسے ہی لوگوں کے ساتھ اللہ کا وعدہ ہے۔ انَّ اللّٰہَ مَعَ الصَّابِرِیْن

اس کے برعکس غیر مسلم تجارت میں اتنا صبر نہیں کر سکتا۔ جھوٹی قسمیں، جھوٹی تعریف اور مال کے عیب کو چھپا کر دھوکا دیتا یا ملاوٹ یا نقلی مال فروخت کر کے چند ٹکے حاصل کر لیتا ہے جس میں برکت نہیں ہوتی اس کو صبر معلوم ہی نہیں ہوتا۔

تنگی اور پریشانی میں قناعت اختیار کرنا صبر ہے

☆ اکثر لوگ مصیبت اور پریشانی میں صبر کرتے ہوئے قناعت اختیار نہیں کرتے، قناعت میں سیدھی سادی زندگی، کم خرچ والی زندگی گزارنے کے بجائے گناہ کی طرف مائل ہو جاتے ہیں، بھیک مانگتے یا رشوت، سود اور دھوکہ بازی اختیار کرتے ہیں، تنگی اور پریشانیوں میں اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرتے ہوئے گناہ سے دور رہنا اور اسلام کے وفادار رہنا یہ صبر کہلاتا ہے، ایسے ہی لوگوں کے ساتھ اللہ کا وعدہ ہے۔ انَّ اللّٰہَ مَعَ الصَّابِرِیْن

☆ ایک حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ جب میں اپنے بندوں کے بدن، مال یا اولاد پر مصیبت بھیجتا ہوں اور وہ اس پر صبر کرتا ہے تو مجھے شرم آتی ہے کہ اس

سے حساب لوں اور اس کو میزان اور نامہ اعمال کے پاس بھیجوں۔ (ابن عدی بروایت انسؓ)

☆ جب صحابہ نے مدینہ ہجرت کی تو ان کو مکہ والوں نے پوری طرح لوٹ لیا۔ان کے گھر اور مال ودولت پر قبضہ کر لیا اور وہ صحابہ بے سروسامان بغیر مال ودولت کے مدینہ ہجرت کر گئے، صہیب رومی جب ہجرت کرنے لگے تو مشرکان مکہ نے انہیں روک لیا اور کہا کہ جب تو مکہ آیا تھا غریب تھا سب کچھ یہاں کمایا ہے، آج یہ سب لے کر ہم جانے نہ دیں گے، انہوں نے کہا: اچھا سب کچھ لے لو، میں سارا مال ودولت اور سامان چھوڑنے کو تیار ہوں، وہ صبر اختیار کرتے ہوئے چلے گئے۔

اسی طرح جب ابوسلمہؓ نے ہجرت کرنے کے ارادے سے اپنی بیوی ام سلمہ اور بچہ سلمہ کو اونٹ پر بیٹھایا تو ان کے سسرال والوں نے آکر راستہ روکا اور کہا کہ لڑکی ان کے خاندان کی ہے اس لئے وہ بیوی کو لے جانے نہ دیں گے، ان کے خاندان والوں نے کہا: بچہ ان کی نسل کا ہے اس لئے بچے کو بھیجنے سے انکار کیا اور چھین لیا، ابوسلمہ نے بیوی اور بچہ چھوڑ کر صبر اختیار کرتے ہوئے بے سروسامان اکیلئے ہجرت مدینہ کیا، مگر اسلام کا اور رسول اللہ کا ساتھ نہ چھوڑا۔ان کے اس طرح صبر کرنے پر اللہ نے سبیل نکالی کہ ام سلمہ ہر روز شام کو اسی مقام پر آتیں، جہاں سے بچہ اور شوہر سے وہ علحدہ کردی گئی تھیں، گھنٹوں روتیں اور رودھو کر واپس چلی جاتیں، ایک سال تک انہوں نے اسی طرح صبر والی زندگی گزاری آخر کار لوگوں کو برا دکھا۔ام سلمہ کے لوگوں سے رحم کرنے کو کہا، پھر ام سلمہ کو بچے کے ساتھ مدینہ جانے کی اجازت دے دی گئی، وہ مدینہ بچے کو لے کر ہجرت کر گئیں، ایسے بہت سے حالات صحابہ کو برداشت کرنے پڑے۔کسی کے بیوی بچے مکہ ہی میں رہ گئے اور وہ مدینہ ہجرت کر گئے اور صبر کا راستہ اختیار کیا، مگر ایمان واسلام کا ساتھ نہ چھوڑا ایسے ہی لوگوں کے ساتھ اللہ کا وعدہ ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِیْن

☆ معاشی پریشانیوں میں صبر کرنا آسان نہیں؛ مگر جو شخص صبر کرنے کی ہمت رکھے اور صبر کا دامن نہ چھوڑے اللہ تعالیٰ کی خصوصی مدد اسے حاصل ہوتی ہے۔

☆ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو بندہ کسی جانی و مالی مصیبت میں مبتلا ہو اور وہ کسی سے اس کا اظہار نہ کرے اور نہ لوگوں سے شکوہ وشکایت کرے تو اللہ تعالیٰ کا ذمہ ہے کہ وہ اس کو بخش دے۔ (طبرانی)

☆ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس شخص کو بھوک یا محتاجی لاحق ہو اور وہ اسے لوگوں سے چھپائے تو اللہ کی ذمہ داری ہے کہ اسے ایک سال کی حلال روزی عطا کرے۔

☆ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس شخص کو فاقہ لاحق ہو اور وہ لوگوں سے اسے بیان کرے تو اس کا فاقہ ختم نہیں کیا جائے گا اور جو اسے اللہ کے سامنے رکھے تو بہت جلد اسے بے نیازی عطا کرے گا، وہ اس طرح کہ یا تو جلدی سے اسے دنیا سے اٹھالے گا یا جلد مال و دولت عطا کرے گا۔ (ابوداؤد)

صحابہ کرامؓ نے ہر قسم کی تکالیف اور مشکلات برداشت کر کے فاقے پر زندگی گزار کر، جنگی مصائب برداشت کرتے ہوئے صبر والی زندگی گزار کر رسول اللہ کا ساتھ دیا اور ایمان پر قائم رہے، ہر حالت میں اطاعت و بندگی کو نہ چھوڑا، صبر کرتے ہوئے اللہ کی مدد کا انتظار کرتے رہے۔

لوگوں کے تکلیف پہونچانے کے باوجود ان کی مدد کرنا صبر ہے

سورہ نور میں بی بی عائشہ صدیقہؓ پر برائی کا الزام لگانے کا بیان ہے، اس واقعہ میں حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اپنی بیٹی پر بہتان لگانے والے ان کے قریبی رشتے دار مسطح بن اثاثہ کی مدد سے ہاتھ روک لینے کے لئے قسم کھائی، کیونکہ انہوں نے نہ رشتہ داری کا کوئی لحاظ رکھا اور نہ ابوبکر صدیقؓ کی مدد کا، جو ان کو اور ان کے گھر والوں کو کی جاتی تھی۔

اس پر اللہ تعالیٰ نے سورہ نور میں وحی نازل فرمائی کہ ”تم میں سے جو لوگ صاحب فضل اور صاحب مال والے ہیں وہ اس بات کی قسم نہ کھا بیٹھیں کہ اپنے رشتے دار، مسکین

اور مہاجر لوگوں کو فی سبیل اللہ مدد نہ کریں گے۔ انہیں معاف کر دینا چاہئے اور درگزر کرنا چاہئے، کیا تم نہیں چاہتے کہ اللہ تمہیں معاف کرے اور اللہ کی صفت یہ ہے کہ وہ غفور الرحیم ہے''۔ (النور:۲۲) ان آیات کے نازل ہونے کے بعد حضرت ابو بکرؓ نے فوراً صبر اختیار کرتے ہوئے کہا کہ بے شک ہم ضرور چاہتے ہیں کہ ہمارا رب ہماری خطائیں معاف فرمائے اور اپنے نفس کے خلاف چل کر پھر آپ نے مسطح کی مدد جاری کر دی اور زیادہ احسان کرنے لگے، ایسے ہی لوگوں کے ساتھ اللہ کا وعدہ ہے اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصَّابِرِیْن اس واقعہ سے ایمان والوں کو زبردست صبر کی تلقین ملتی ہے اور جلد بازی اور عجلت میں غلط فیصلے کرنے سے روکا گیا۔

جماعتوں اور تنظیموں میں کام کرتے ہوئے اختلافات کے باوجود اتحاد اختیار کرنا صبر ہے

دنیا میں انسان مختلف تنظیموں اور جماعتوں میں دین کا کام کرنے کے لئے اپنے کو جوڑتا ہے۔ مگر ذرا سا اختلاف ہو جائے تو صبر نہیں کرتا۔ تنظیم سے علحدہ ہو جاتا ہے اور برائی کرتے پھرتا ہے۔ ایسی حالت میں اختلاف کے باوجود اتفاق سے رہنا صبر کہلاتا ہے۔ صلح حدیبیہ کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یک طرفہ صبر اختیار کر کے صلح کرنی پڑی اور جنگ کی شرائط کچھ اس طرح سے تھی کہ صحابہ کو برداشت نہیں ہو رہا تھا، ان میں حضرت عمرؓ بھی شریک تھے قریش دب کر صلح کرنا نہیں چاہتے تھے، صلح کی شرائط طے ہوئی، ابو جندلؓ جو اسلام لا چکے تھے بیڑیاں پہنے چھوٹ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور اپنے ساتھ مدینہ لے جانے کی درخواست کی سہل نے انکار کیا اور ابو جندلؓ کو واپس مانگا ، اور کہا کہ صلح کی شرائط طے ہو چکی ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صلح کے مطابق ابو جندل کو واپس کر دیا اور کہا کہ ابو جندل تم صبر کرو۔ اللہ تمہارے لئے کوئی سبیل نکالے گا، اللہ

تمہاری حفاظت فرمائے، صحابہ کو ابو جندل کے واپس کرنے پر بھی بڑی تکلیف ہوئی، وہ شرائط پر بہت غم زدہ تھے سب کے سب تڑپ اٹھے، حضرت عمرؓ نے ہمت کر کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا آپ پیغمبر حق نہیں؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیوں نہیں۔ حضرت عمرؓ نے پھر فرمایا: کیا ہم حق پر نہیں ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیوں نہیں حق پر ہیں، حضرت عمرؓ نے فرمایا: پھر ہم یہ ذلت دین میں کیوں گوارا کریں؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں اللہ کا پیغمبر ہوں اور اللہ کے حکم کی نافرمانی نہیں کر سکتا، اللہ میری مدد کرے گا، پھر حضرت عمرؓ حضرت ابو بکرؓ کے پاس گئے اور یہی دہرایا، حضرت ابو بکرؓ نے کہا: اے عمر وہ اللہ کے پیغمبر ہیں جو کچھ کرتے ہیں، اللہ کے حکم سے کرتے ہیں، حضرت عمرؓ کو اپنی گستاخی پر زندگی بھر ملال رہا، اس کے کفارہ میں انہوں نے نمازیں پڑھیں، روزے رکھے، خیرات کی اور غلام آزاد کیئے۔

صلح حدیبیہ کا پورا واقعہ صبر سے بھرا ہوا ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صلح کے بعد حکم دیا کہ لوگوں یہیں پر اپنی اپنی قربانی کرو؛ لیکن سارے صحابہ اس قدر تکلیف اور مایوسی میں تھے کہ ایک شخص بھی نہ اٹھا، یہاں تک کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار کہا، کوئی تیار نہ ہوا، صحابہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے انتظار میں تھے کہ شاید کوئی دوسرا حکم دیں گے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خیمے میں آکر بی بی ام سلمہؓ سے مشورہ کیا، بی بی صاحبہ نے کہا: آپ کسی سے کچھ نہ فرمائیں، باہر نکل کر خود قربانی کریں اور احرام اتار دیں، بال منڈوالیں، آپ نے باہر آکر یہی عمل کیا جب لوگوں کو یقین ہوگیا کہ اس فیصلے میں کوئی تبدیلی نہیں ہوسکتی تو سب نے قربانیاں کیں اور احرام اتار دیا، واپسی میں وحی نازل ہوئی کہ ہم نے ''تجھ کو کھلی فتح عنایت کی'' غور کیجئے اس طرح صبر اختیار کرنے میں مسلمان جس چیز کو شکست اور ذلت سمجھ رہے تھے اللہ نے اس کو فتح کہا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرؓ کو بلا کر فتح کا پیغام سنایا۔ حضرت عمرؓ کو تسکین ہوئی اور وہ مطمئن ہو گئے اس طرح یک طرفہ صبر کر کے صلح کرنے کا فائدہ یہ ہوا کہ خطرناک تصادم ٹل گیا اس صلح میں جو حکمتیں

تھیں وہ مسلمان سمجھ نہیں سکتے تھے، آہستہ آہستہ اس صلح کی کامیابی کے واضح آثار نظر آنے لگے، اس صلح کی وجہ سے مشرکان مکہ کے بہت سارے رشتہ دار جو مدینہ میں تھے ایک دوسرے سے ملنے کے لئے آنے جانے لگے، غزوات کی وجہ سے سارے راستے بند ہو چکے تھے مکہ اور مدینہ والے مسلمان اور کافر تجارت اور ملاقات کے لئے آنے جانے لگے، وہ قریب سے مدینہ میں مسلمانوں کی معاشرت، ان کا حسن عمل اور پاکیزہ اخلاق و دیانتداری اور گندے اعمال سے دوری دیکھنے لگے، اس سے کفار کے دلوں میں اسلام کی اہمیت اور سچائی بیٹھنے لگی، بہت بڑا اثر پڑا اور وہ دل ہی دل میں اسلام کو پسند کرنے لگے، وہ سمجھنے لگے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھی فرشتے ہیں، یہ بُرے لوگ نیک بن گئے، اسلام بہت اچھا مذہب ہے جس نے بروں کو نیک بنا دیا چنانچہ صلح کے بعد بہت بڑی تعداد کفر سے اسلام میں داخل ہوگئی، مکہ کے معاشرے میں گلی گلی پہلے سے زیادہ تذکرے اسلام کے ہونے لگے، خالد بن ولید اور عمرو بن عاص اسی زمانے میں اسلام میں داخل ہوئے صلح حدیبیہ کی وجہ سے دعوت کا کام سکون کے ساتھ قبیلوں اور عرب کے مختلف شہروں میں ہونے لگا، صلح کی ایک شرط خود مشرکان مکہ کے لئے بھاری پڑی اور انھوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے ساتھیوں کو جو مکہ اور مدینہ کے راستے میں چھپ کر مکہ والوں پر حملہ کر رہے تھے واپس مدینہ بلانے اور اس شرط کو منسوخ کرنے کی درخواست کی۔

بیماری اور موت کے واقعات پر اللہ کے فیصلے پر راضی رہنا صبر ہے

مومن کی کوئی بھی حالت فائدہ سے خالی نہیں، خوشحالی میں شکر کرتا ہے اور مصیبت میں صبر، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مومن کو اسکی اولاد، اسکے رشتے داروں اور قریبی تعلق رکھنے والوں میں سے مرنے والوں کا صدمہ پہونچتا رہتا ہے (اور اس کی وجہ سے اس کے گناہ معاف ہوتے رہتے ہیں) یہاں تک کہ وہ اللہ تعالیٰ سے اس طرح ملاقات کرتا ہے کہ اس پر کوئی گناہ نہیں ہوتا۔ (مؤطا امام مالک)

گھبراہٹ اور پریشانی کے وقت آپے سے باہر نہ ہونا اور اسلام کے دامن کو نہیں چھوڑنا، چوٹ لگتے ہی یا صدمہ ہوتے ہی صبر ورضا کا اظہار کرنا اللہ تعالیٰ کے فیصلے سے راضی رہنا إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ پڑھنا صبر ہے، چیختے چلاتے ہوئے، بیان کرتے ہوئے آہستہ آہستہ خاموش ہو جانا صبر نہیں۔

حضرت طلحہؓ کی بیوی ام سلیمؓ کے صبر کی کوئی مثال نہیں پیش کر سکتا، انہوں نے جو صبر کی مثال پیش کی اس کے لئے بہت بڑا جگر چاہئے ان کا ایک لڑکا تھا، وہ بیمار تھا، حضرت طلحہ باہر گئے ہوئے تھے، تھکے تھکائے شام کو گھر آئے، لڑکے کا انتقال ہو چکا تھا، بیوی صاحبہ نے یہ سوچ کر کہ اب رات ہوگئی ہے اطلاع دونگی تو آرام سے کھا پی نہیں سکیں گے ،تدفین کی فکر میں لگ جائیں گے، کھانا کھلایا، پھر آرام لینے کا موقع دیا، آپ نے اس رات صحبت بھی کی، پھر صبح اٹھنے کے بعد اہلیہ نے فرمایا: اگر کسی کی امانت ہمارے پاس رکھی ہو اور وہ اگر مانگے تو ہم شور کریں چلائیں تو کیسا ہے؟ آپ نے فرمایا: بیوقوفی اور نادانی کی بات ہے جس کی امانت ہے اسے فوراً دے دینا چاہئے ، پھر اہلیہ صاحبہ نے کہا: اللہ کی امانت لڑکے کی شکل میں ہمارے پاس تھی اس کا رات ہی کو انتقال ہوگیا ہے، اب آپ اس کی تدفین کا انتظام کریں، میں نے رات آپ کو تکلیف ہونے کے خیال سے یہ اطلاع نہیں دی، حضرت ابوطلحہؓ نے یہ سن کر إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ پڑھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے یہ پورا واقعہ بیان کیا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: شاید اللہ تعالیٰ تم دونوں کی رات میں برکت دے۔ (بخاری: ۱۳۰۱، مسلم: ۲۱۴۴) ایسے ہی لوگوں سے اللہ کا وعدہ ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصَّابِرِيْنَ

☆☆☆☆☆☆☆

کامل صبر یہ ہے کہ صدمہ پہنچتے ہی سب سے پہلے اللہ کے فیصلے پر راضی ہونے کا اظہار کیا جائے

بے شعور لوگ خوشی اور غم کے حالات میں جذبات کو قابو میں نہیں رکھتے، خوشی کی وجہ سے ناچنا، گانا، دوڑنا، اچھلنا، چیخنا شروع کر دیتے ہیں یا غم کی وجہ سے بیانات کرنا، چلا کر رونا، کپڑے پھاڑ لینا یا خودکشی کے لئے دوڑتے اور زندہ رہنا نہیں چاہتے، یہ سب باتیں بے صبری کی ہیں۔ اور صبر سے خالی ہیں، اسلامی اخلاق کے خلاف ہیں۔

غیر مسلم بھی خوشی میں جذبات کو قابو میں نہیں رکھتے، ناچتے، گاتے، چلاتے یا پاگل پن کرتے ہیں، غم کی حالت میں پریشان ہو کر ناامید ہو جاتے اور غم کو دور کرنے کو شراب پیتے ہیں، اسی طرح نفع یا نقصان ہو یا ناکامی ہو تو کوئی بے ہوش ہو جاتے یا کسی کو ہارٹ اٹیک ہو جاتا ہے، خوشی اور غم میں بدحواس نہ ہونا اور نفس کو قابو میں رکھ کر اعتدال میں رہنا صبر ہے، خوشی میں اللہ کا شکر کریں اور غم میں اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُونَ پڑھ کر اللہ کی طرف رجوع ہوں۔ اللہ کے فیصلے پر راضی ہوں۔

بے حیا اور بے پردہ ماحول میں پردہ میں رہنا صبر ہے

ایک عورت بے حیا اور بے پردہ ماحول میں محض اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت میں پردہ اختیار کرے اور چہار دیواری میں بند رہے اور جسم کی نمائش اور دکھاوا کرتی نہ پھرے تو اس کا پردہ کرنا بھی صبر ہے، ایسے ہی لوگوں سے اللہ کا وعدہ ہے **اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصَّابِرِیْن۔**

عورت کے لئے یہ سب سے بڑا مجاہدہ ہے اس کے برعکس ایک عورت جو ایمان سے دور ہوتی ہے یا کمزور ایمان رکھتی ہے، طاقت اور شرم وحیا رکھتے ہوئے پردہ نہیں کرتی،

جسم کو چھپانا نہیں چاہتی اور غیر مردوں کے سامنے اپنے جسم، حسن، کپڑوں اور زیور کی نمائش کر کے بن سنور کر آتی ہے اور پردہ کو مصیبت اور قید سمجھتی ہے، ان کے لئے جہنم کا عذاب تیار ہے، حدیث میں اس قسم کی عورتوں کو زانیہ کہا گیا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مؤمن کا معاملہ بڑا عجیب ہے اور اس کا ہر معاملہ یقیناً اس کے لیے خیر کا باعث ہوتا ہے اور یہ خوبی سوائے مؤمن کے اور کسی کو نصیب نہیں ہوتی، اگر اسے کوئی خوشی پہنچے تو وہ شکر ادا کرتا ہے تو وہ اس کے لیے خیر کا باعث بن جاتی ہے اور اگر اسے کوئی غم پہنچے تو وہ صبر کرتا ہے اور وہ بھی اس کے لیے باعث خیر بن جاتی ہے۔ (مسلم:۲۹۹۹)

سیدھی سادی تقوی والی زندگی گزارنا صبر ہے

☆ ایک انسان حرام روزی سے بچے، حلال روزی کی تلاش میں محنت کرے اور کم آمدنی پر تنگی کے ساتھ، معمولی کپڑوں اور معمولی سامان زندگی، اور معمولی گھر میں رہ کر زندگی گزارے تو ایسی زندگی گزارنا صبر کہلاتا ہے ایسی حالت میں تقوی اور پرہیزگاری پر زندگی گزارنا صبر ہے، اللہ ایسے لوگوں سے وعدہ فرماتا ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصَّابِرِیْن غیر مسلم معاشی تنگی اور مصیبت میں گناہ کی طرف رغبت کرتا اور سیدھی سادی زندگی گوارہ نہیں کرتا، وہ حرام مال سے اہل وعیال کی پرورش کرتا ہے۔

دولت کے رکھتے ہوئے فضول خرچی سے بچنا اور دولتمندی میں تقوی اختیار کرنا صبر ہے، دولت آنے کے بعد جذبات اور خواہشات کو اسلامی حدود میں رکھنا اور دولت کے ذریعہ اللہ کی نافرمانی سے بچنا اور اسلام کی مدد کرنا صبر ہے۔ دولت رکھتے ہوئے اللہ کی مرضی پر دولت خرچ کرنا صبر ہے۔ ایسے ہی لوگوں کے ساتھ اللہ کا وعدہ ہے۔ **اِنَّ اللّٰـہَ مَعَ الصَّابِرِیْن**

عام طور پر دولت آتے ہی انسان لہو ولعب میں لگتا، فضول خرچی کرتا اور عیش و مستی

کے کام کرتا ہے، دولت انسان کے نفس کو خواہشات اور جاہلانہ رسم و رواج پر ابھارتی ہے، دولت آتے ہی پردہ دار عورتیں تقوی چھوڑ کر بے پردہ ہو جاتی ہیں اور ماڈرن بن جاتی ہیں، غربت میں تو ہر کوئی صبر کرتا ہے، مگر دولتمندی میں صبر کرنے والے بہت کم ہوتے ہیں، دولت کے ملتے ہی ناشکرے اور بے صبرے بن جاتے ہیں اور دولت رکھتے ہوئے اللہ کی نافرمانی سے بچنا یہ صبر ہے۔

غیر مسلم بھی دولت کے آتے ہی غرور و تکبر میں مبتلا ہو کر دولت کے بندے بن جاتے، وہ دولت رکھ کر صبر والی زندگی نہیں گزار سکتے۔ خوب فضول خرچی کرتے اور خواہشات پر دولت لٹاتے ہیں۔

☆ سنت نبوی کی پیروی میں تنقیدوں اور مخالفتوں کے باوجود اسلام پر ثابت قدم رہنا صبر ہے، جن جن کاموں میں اللہ و رسول کی نافرمانی کا اندیشہ ہو، مخالفت ہونے کے باوجود وہاں حکمت کے ساتھ اللہ اور رسول کی اطاعت کرنا صبر ہے، الغرض اسلام پر چلنے کے لئے ہر قسم کا مجاہدہ کرنے کا نام صبر ہے۔

جو بھی مصیبت آتی ہے اللہ کے حکم کے بغیر نہیں آتی۔

مَا أَصَابَ مِن مُّصِيبَةٍ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ۔ (التغابن:۱۱)

دنیا میں جتنے انسان ہیں چاہے وہ مسلم ہوں یا غیر مسلم، عورت ہوں یا مرد، جوان ہوں یا بوڑھے، بہر حال کسی نہ کسی مصیبت میں رہتے ہیں، مگر ان دونوں میں فرق یہ ہے کہ مسلم ایمان کی وجہ سے مصیبت میں اللہ اور رسول کی خوب اطاعت کر کے صبر کرتا ہے، ناامید نہیں ہوتا اور غیر مسلم مصیبت میں ایمان کی محرومی کی وجہ سے شیطان کی پیروی کر کے گناہ کا راستہ اختیار کرتا اور ناامید و مایوس رہتا ہے، کافر و مشرک پریشانی میں مایوسی کا شکار ہو جاتا، مؤمن ایمام کی وجہ سے بڑی سے بڑی پریشانی کو تقدیر کا حصہ مان کر صبر اختیار کرتا ہے، وہ تقدیر پر ایمان کی وجہ سے نئی جد و جہد شروع کرتا ہے،

اس کا ایمان یہ سکھاتا ہے کہ جو کچھ ہوا میری بہتری اور فائدہ کے لئے اللہ نے کیا ہے، اس سے اس کو صبر اور روحانی سکون ملتا ہے۔

بی بی عائشہ صدیقہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب بندے کے گناہ زیادہ ہوجاتے اور اس کے اعمال کفارے کے نہیں ہوتے، تو اللہ تعالی ان پر بہت سے رنج (مصیبت) ڈال دیتا ہے وہی اس کے گناہوں کا کفارہ ہوجاتے ہیں۔

ایک اور روایت میں ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بعض گناہ ایسے ہیں کہ ان کا کفارہ صرف رنج ہی ہوتا ہے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے فرمایا: دنیا اللہ تعالی کے دوستوں کی دشمن ہے وہ دوستوں کو رنج پہونچاتی ہے۔

حدیث میں ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ نماز، روزہ، زکوۃ، حج اور دوسری نیکیاں کرنے والوں کو انکا اجر ان کی نیکیوں کے حساب سے دے دے گا، آخر میں صابرین کو بلایا جائے گا اور جب ان کو صبر پر بدلہ ملے گا اس کو دیکھ کر دوسرے تمام لوگ آرزو کریں گے کہ کاش دنیا میں ہمیں بھی روند دیا جاتا، رگڑ دیا جاتا، خوب ستایا جاتا۔

موجودہ زمانہ کے مسلمانوں میں صبر کی کمی کی وجہ سے اسلام اور دعوت دین کو بہت بڑا نقصان پہنچ رہا ہے

اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو دنیا کے مختلف علاقوں میں غیر مسلموں کے ساتھ خلط ملط کر کے رکھا ہے، بعض علاقوں میں مسلمانوں کی اکثریت ہے اور بعض علاقوں میں مسلمان اقلیت میں ہیں، دونوں علاقوں میں مسلمانوں ہی کو دعوت الی اللہ کی ذمہ داری ہے؛ اس لئے کہ اب قیامت تک کوئی نیا نبی آنے والا نہیں، مسلمانوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نمائندہ بن کر دوسری قوموں میں زندگی گذارنا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کام کو انجام دینا ہے، اس کے لئے بہت زیادہ صبر کا ہونا بیحد ضروری ہے، قرآن مجید نے ان کے

مقام ومرتبہ کو یوں بیان کیا ہے۔

"كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ "تم بہترین امت ہو جو لوگوں کے لئے برپا کی گئی، تم حکم دیتے ہو نیکی کا اور روکتے ہو برائی سے اور ایمان لاتے ہو اللہ پر۔(آل عمران:۱۱۱)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے دو حصے ہیں

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کو دو حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے، پہلا مکی زندگی اور دوسرا مدنی زندگی۔ قیامت تک آنے والے تمام مسلمانوں کو ان ہی دو زندگیوں کا سامنا کرنا پڑے گا یا تو وہ مکی زندگی میں ہوں گے یا مدنی زندگی میں ہوں گے۔ مکی زندگی میں مسلمانوں کو اقلیت میں رہنے کی وجہ سے غیر مسلموں کے ظلم وزیاتی، تشدد اور تکالیف پہونچانے پر، یکطرفہ صبر والی زندگی گذارنے میں کامیابی ہوگی۔ اس کے برعکس مدنی زندگی میں اکثریت میں ہوں گے، یقینی بات ہے کہ جہاں ان کو اسلام پر زندگی گذارنے اور دعوت دین میں مشکلات نہیں ہونگی، جو لوگ ایمان سے خالی ہوں گے، ان سے امن و سلامتی نہیں مل سکتی اور وہ ہمیشہ تعصب، ناانصافی، ظلم وزیادتی کریں گے، اسلام کے غلبہ اور اکثریت ہونے کو برداشت نہیں کریں گے؛ اس لئے ایسے ماحول میں مسلمان دعوت الی اللہ کا کام بہت زیادہ صبر اختیار کر کے حکمت و مصلحت سے دیتے رہیں گے تب ہی وہ اس ماحول میں کامیاب زندگی گذار سکتے ہیں، مدنی زندگی میں غیر مسلموں کے ساتھ رہتے ہوئے خود بھی اسلام پر چلنا ہوگا اور غیر مسلموں کے سامنے قرآن کی چلتی پھرتی مثال بن کر اسلام کو سمجھانا ہوگا۔ اگر وہ اپنے علاقوں میں اسلام پر نہیں رہیں گے تو غیر مسلم برسوں ان کے ساتھ رہتے ہوئے اللہ سے اور اسلام سے دور ہی رہیں گے، وہ اسلام کو نہیں سمجھ سکیں گے، مسلمانوں میں دعوتی ذہن کے نہ ہونے اور صبر کے نہ ہونے کی وجہ سے دونوں علاقوں میں غیر مسلم قوموں کے درمیان ان کو رکھنے کا مقصد ہی فوت ہو رہا ہے، اور دوسری

قومیں اسلام کو دوسرے مذاہب کی طرح بس ایک مذہب سمجھتی ہیں اور اسلام وغیر اسلام کے فرق کو نہیں سمجھ رہی ہیں۔

موجودہ زمانے میں مسلمان دوسری قوموں کے ساتھ زندگی گذارنے کے اصول و آداب ہی سے ناواقف ہیں

موجودہ زمانے کے مسلمانوں کو دوسری قوموں کے ساتھ زندگی گذارنے کا مقصد اور اصول و آداب ہی نہیں معلوم اور انہیں احساس ہی نہیں کہ وہ دوسری قوموں کے درمیان داعی اور مدعو کی حیثیت سے رکھے گئے ہیں؛ اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت ختم ہو چکی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ان کی حیثیت استاذ اور ڈاکٹر کی ہے اور دوسری قومیں شاگرد اور مریض ہیں۔

جس طرح استاذ بے شعور کم عقل بچوں کو دنیوی علم سکھاتے وقت پوری الفت و محبت، نرمی اور قوت برداشت سے کام لے کر، اپنی عقل کو تھکا کر، یکطرفہ صبر کر کے محنت کرتے ہوئے علم سکھاتا ہے، اُسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نمائندوں کو غیر مسلم انسانوں پر صبر، شفقت اور قوت برداشت کے ساتھ محنت کرنی ہوگی۔

ڈاکٹر کو مرض اور مریض دونوں سے نفرت نہیں ہوتی، وہ صرف مرض سے نفرت کرتا ہے، مریض سے نہیں، وہ مریض سے قریب ہو کر اپنی پوری حفاظت کرتا ہے اور اس کا علاج مختلف طریقوں سے کرتا ہے، اگر ڈاکٹر مرض اور مریض دونوں سے نفرت کرے اور مریض کی حرکتوں پر غصہ، تیزی و مار پیٹ شروع کر دے تو پھر وہ ڈاکٹر اپنا رول ادا نہیں کر سکتا، وہ ناکام ڈاکٹر کہلائے گا؛ مگر کوئی بھی ڈاکٹر ایسا نہیں ہوتا، دنیا کا ہر ڈاکٹر مریض کے ساتھ بہت ہی صبر وضبط کا رویہ اختیار کر کے اور مریض کی ہر حرکت کو برداشت کر کے، رات و دن اس کو صحت مند بنانے کی فکر کرتا ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆

دعوتی ذہن نہ ہونے کی وجہ سے داعی، مدعو کا گریباں پکڑ کر لڑتا ہے

دنیا کے کسی دواخانے میں ڈاکٹر اور مریض کو لڑتا ہوا نہیں دیکھا جاتا، مثلاً اگر کسی انسان کو حکومت کی طرف سے کسی دواخانے میں پاگلوں کا علاج کرنے کو رکھا جاتا ہے اور کوئی مریض، پاگل انسان ڈاکٹر پر پیشاب کردے تو وہ ڈاکٹر اسے برداشت کرتا ہے، ایسا کبھی نہیں ہوتا کہ مریض کی اس حرکت اور بداخلاقی پر ڈاکٹر مریض کا گلہ پکڑ کر لڑے، مارنے بیٹھ جائے، اس کی پٹائی کرنے کی فکر کرے، ایسا نہیں ہوتا، بلکہ ڈاکٹر ہونے کے ناتے یہ سوچے گا کہ اسے درست کیسے کیا جائے؟ اس کو بیماری سے بچا کر صحت مند کیسے کیا جائے؟ مگر عجیب بات ہے، ہمارا حال بھی کچھ عجیب ہے، ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نمائندہ کی حیثیت سے روحانی ڈاکٹر بنا کر دنیا میں رکھے گئے ہیں اور دنیا کے تمام انسان ہمارے لئے مریض اور بیمار کی حیثیت رکھتے ہیں، شیطان نے ان کو اپنے چنگل میں پھنسا رکھا ہے، یہ تمام مریض ہمارے لئے جنت حاصل کرنے اور جنت میں درجات کی بلندی کا ذریعہ ہیں جو ہماری ترقی اور کامیابی کا ذریعہ ہیں، انہیں سے ہم ان کی بداخلاقیوں اور جہالت پر گریباں پکڑ کر لڑتے، ان کو مارنے اور پیٹائی کرنے اور بدلہ لینے کی چکر میں رہتے ہیں، وہ اگر جہالت اور بداخلاقی کا مظاہرہ کرتے ہیں تو ہم بھی جہالت و بداخلاقی سے جواب دیتے ہیں۔

دنیا کے کاروبار میں مسلمان اپنی ذاتی غرض اور نقد فائدہ کی خاطر خوب صبر کرتا ہے

دنیا کے کاروبار میں یہ دیکھا گیا کہ بے شعور اور نادان مسلمان بھی اگر کسی غیر مسلم علاقے میں چلا جائے تو وہاں نوکری اور کاروبار کے لئے اور ستائے جانے کے باوجود ہر قسم کا صبر اختیار کرتا ہے اور اپنے مقصد میں کامیاب ہونے کی کوشش کرتا ہے، نوکریوں میں

ستائے جانے ،تعصب ، ناانصافیوں ، کام کی زیادتی ، وقت پر تنخواہ نہ ملنے ، اوقات سے بڑھ کر کام لینے اور چھٹیاں نہ دینے کے باوجود صبر اور سکون کے ساتھ برداشت کرتا ہے۔

اگر آپ تاجر ہیں اور اکثریتی علاقے میں تجارت کر رہے ہیں، اکثریت ہونے اور ستائے نہ جانے کے باوجود گاہک کی ہر بداخلاقی کو برداشت کرتے ہیں، لڑائی جھگڑے سے دور رہ کر، گاہک سے اس کی مرضی کے خلاف حرکت نہیں کرنا چاہتے۔ عاجزی و انکساری، نرمی اور محبت اختیار کر کے اپنا مال فروخت کرنا چاہتے ہیں، چاہے لکھ پتی کیوں نہ ہوں، گاہک غریب اور بے پڑھا لکھا کیوں نہ ہو، عزت دے کر، سرکار یا صاحب صاحب یا حضور والا بول کر دس مرتبہ سلام کر کے عاجزی و منت سے اپنا مال فروخت کرتے ہیں۔

اگر کوئی آپ سے یہ کہے کہ تم تجارت کرتے وقت اپنے سے غریب گاہک کی عزت نہ کرو اور اس کے ساتھ نرمی اور محبت سے بات نہ کرو، اس کے دام چکانے میں یا اکڑ کر بات کرنے یا جہالت ، بیوقوفی ،غصہ اور بداخلاقی سے بات کرنے پر برداشت نہ کرو، اس کی حرکتوں پر جواب دو یا وہ گھنٹہ بھر مال دیکھنے کے بعد مال نہ لے تو اس کو مارو، پیٹو کہ تو نے میرا وقت خراب کیا، تو عقلمند اور سمجھدار تاجر کبھی یہ مشورہ قبول نہیں کریگا اور مشورہ دینے والے کو بے وقوف سمجھ کر یہ کہے گا کہ میاں تجارت میں صبر کا ہونا بہت ضروری ہے، نوکری میں قوت برداشت کا ہونا بہت ضروری ہے، ورنہ کوئی کامیاب تاجر اور ملازم نہیں بن سکتا، آپ کسی پاگل خانے کے ڈاکٹر سے رجوع ہو کر اپنے دماغ کا علاج کرائیے، یہ بیوقوفی کے مشورے ہیں۔

مگر دنیا کی اس امتحان گاہ میں ہم داعی ہو کر مدعو کی ذراسی بداخلاقی اور جہالت برداشت نہیں کرتے اور فوراً بدلہ لینے اور تشدد کا جواب تشدد سے دینے کو تیار ہو جاتے ہیں اور مدعو سے اس کی حرکتوں پر تعصب، غصہ جلن، نفرت اور بغض وعداوت رکھتے ہیں، لڑائی جھگڑا کرتے ہیں، یہ صرف اس لئے کہ ہم میں صبر نام کی چیز ہی نہیں اور داعی بغیر صبر کے مدعو کو برداشت نہیں کرسکتا۔

قرآن مجید نے ایمان والوں کو صبر اختیار کرنے کی تاکید کی ہے

سورہ عصر میں اللہ تعالی نے تاکید کے ساتھ یہ تعلیم دی کہ سارے انسان گھاٹے و خسارے میں ہیں، کامیاب صرف وہ انسان ہیں جو ایمان لائے، اعمال صالحہ اختیار کیئے، حق کی دعوت دی اور صبر اختیار کیا۔ جس طرح دنیوی تجارت میں یک طرفہ صبر اختیار کر کے نرمی، محبت، عاجزی اور اخلاق سے مال فروخت کیا جاتا ہے اور تاجر گاہک کی ہر حرکت کو یکطرفہ صبر کے ساتھ اپنے مقصد میں کامیاب ہونے کے لئے برداشت کرتا ہے، اسی طرح دین کی دعوت میں یکطرفہ صبر اختیار کرنے ہی سے کامیابی ملتی ہے، داعی اپنے صبر و ضبط سے مدعو کے قریب ہوسکتا ہے اور فضا کو خراب ہونے سے بچا سکتا ہے اور مدعو کو سوچنے سمجھنے پر مجبور کرسکتا ہے، داعی کے صبر سے مدعو کو اپنی جہالت و گمراہی اور بے وقوفی کا احساس ہوتا ہے اور اس طرح داعی دیکھنے والوں کی ہمدردی حاصل کرسکتا ہے اور ان کو حق و باطل کا فرق صبر کے ذریعہ سمجھا سکتا ہے، موجودہ زمانے میں مسلمان سب سے زیادہ قوت برداشت یعنی صبر کو کھو چکے ہیں اور صبر کرنا بزدلی سمجھتے ہیں، اسی لئے وہ دعوت دین دینے کے قابل نہیں ہیں یا دعوت دی بھی جا رہی ہے تو مسلمانوں کے بے صبرے پن کی وجہ سے اثر نہیں کر رہی ہے، اس لئے داعی کو سب سے پہلے یہی صفت یعنی یکطرفہ صبر پیدا کرنا بہت ضروری ہے۔

صبر کے نہ ہونے کی وجہ سے مسلمانوں کا امیج خراب ہو رہا ہے

مسلمانوں میں صبر کے نہ ہونے کی وجہ سے دوسری قومیں غلط تاثر لے رہی ہیں اور مسلمانوں میں قوت برداشت نہ ہونے کی وجہ سے وہ تمام مسلمانوں کو قاتل، لڑاکو، جھگڑالو، غصہ والے، جاہل، دہشت گرد اور ناقابل بھروسہ سمجھ رہے ہیں، غیر مسلموں کا وہ گروہ جو اسلام دشمنی رکھتا ہے، نادان اور بے شعور مسلمانوں کی بداعمالیوں کو مثال بنا کرتی

وی، اخبارات اور رسالوں میں اسلام کے خلاف غلط پروپگنڈہ کر رہا ہے اور سارے مسلمانوں کو اور اسلام کو بدنام کر رہا ہے، تاکہ دوسرے غیر مسلم اسلام کی طرف رغبت نہ کریں، دوسری طرف بے شعور مسلمان خود اپنے بے ہودہ عمل سے اس پروپیگنڈے کی تصدیق کرکے، غیر مسلموں کے سامنے اسلام کی غلط شکل پیش کر رہے ہیں، اور خاص طور پر غیر مسلم علاقوں کے مسلمان اقلیت میں رہتے ہوئے، طاقت اور مدد کے نہ ہونے اور مجبوری کے حالات ہونے کے باوجود غیر مسلموں سے ان کی اسلام مخالف دشمنی پر ٹکراؤ، لڑائی جھگڑے، جلسے جلوس اور نعرہ بازی میں برابری پر الجھے ہوئے ہیں اور ساری دنیا میں غیر مسلموں کے ساتھ مقابلہ آرائی کا بازار گرم ہے۔

اللہ اپنی صفت "صبور" کے ذریعہ صبر جیسی زبردست نعمت سکھانا چاہتا ہے

عموماً مسلم معاشرے میں کہیں پر بھی برداشت، عفوودرگذر اور صبر نام کی کوئی چیز ہی نظر نہیں آتی، جبکہ اللہ تعالی صبور ہونے کے ناتے اپنے نافرمان باغی بندوں کو انتہائی گندے اور ناپاک عقیدوں کے باوجود برداشت کرتا اور سدھرنے سنبھلنے کا موقع عطا فرماتا ہے؛ مگر مسلمان اللہ کو صبور مان کر بھی قطعی صبر نہیں کرتے اور صبر میں اللہ نے کیا حکمت و مصلحت رکھی ہے نہیں جانتے، یہی وجہ ہے کہ قوت برداشت اور صبر نہ ہونے کی وجہ سے اسلام کی عملی شکل کو بگاڑ رہے ہیں، اور کہتے ہیں کہ ہم کو مت دیکھو اسلام کو دیکھو جبکہ اسلام کی عملی شکل ان ہی سے نظر آئے گی۔

جس طرح اللہ تعالی اپنی صفت صبور کے ذریعہ جو اپنا تعارف کروا رہا ہے اور سمجھا رہا ہے کہ وہ اپنے نافرمان بندوں کو سنبھلنے اور سدھرنے کا، کیسے درگذر اور صبر کے ساتھ موقع عنایت فرما رہا ہے، اسی طرح ایمان والے دنیا کی اس زندگی میں رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم کے نمائندے بن کر اپنی مدعو قوم کو برداشت کریں اور ان کو معاف کرتے ہوئے ان کے ظلم و زیادتی کو برداشت کرتے ہوئے، ان کو ایمان و اسلام اختیار کرنے کی دعوت دیں، اللہ تعالی چاہتا ہے کہ ایمان والے اللہ کی صفت صبور کی نقل کریں، اس کے لئے اللہ نے ان کی جان و مال کا معاوضہ جنت رکھا ہے، مسلمان اپنی جان و مال کے معاوضہ میں جنت خرید چکے ہیں وہ اپنی جان و مال اللہ کے ہاتھوں جنت کے عوض فروخت کر چکے ہیں، اس لئے اس تجارت میں کامیاب ہونے کے لئے سب سے بڑی صفت صبر کو اختیار کرنا ہوگا۔

ختم نبوت کے بعد نبوت کے کام کی ذمہ داری مسلمانوں پر ہے

موجودہ زمانے میں مسلمان قادیانیوں کی حرکتوں کو دیکھ کر، مسلمانوں پر تجدید ایمان کی محنت کرنے کے بجائے تحفظ نبوت اور ختم نبوت کی حفاظت کے لئے جلسے کرتے، جلوس نکالتے، اشتہارات لگاتے حالانکہ اللہ تعالی دین کی حفاظت اور ختم نبوت کی حفاظت کا ذمہ لے چکا ہے، اصل کام جو مسلمانوں کو کرنا ہے وہ نبوت کا کام ہے اور یہ کام انہی کی ذمہ داری ہے، انہی کے ذریعہ چلے گا کیونکہ اب قیامت تک کوئی نبی آنے والا نہیں، اب اگر وہ کار نبوت کا کام نہیں کریں گے تو دنیا کی دوسری قومیں ناکام زندگی گذار کر چلی جائیں گی، ان کو سدھارنے کی پوری ذمہ داری مسلمانون پر ہے اور یہ تجدید ایمان، تبلیغ دین اور دفاع عن الدین کے ذریعہ ہوگا، اس کے لئے وہ پورے صبر اور حکمت کے ساتھ دوسری قوموں میں زندگی گذاریں، تو دوسری قومیں اسلام کو سمجھ سکیں گی، وہ اگر پاگلوں کے ساتھ پاگل بنیں گے اور جاہلوں کے ساتھ جاہل بنیں گے تو دوسری قومیں اسلام کو سمجھ نہیں سکیں گی؛ اس لئے کہ وہ اسلام کو سمجھنے سے پہلے مسلمانوں کو دیکھیں گی اور مسلمانوں سے رسول اللہ کے اخلاق کو سمجھیں گی۔ رسول اللہ کے اخلاق سے رسول اللہ کی دعوت کو سمجھے گی، رسول اللہ کی زندگی کی عملی مثال ظاہر

ہونے کا واحد ذریعہ مسلمان ہیں ، اگر مسلمانوں میں صبر نہ ہوگا تو وہ رسول اللہ کے اعمال کا مظاہرہ نہیں کرسکیں گے اور نہ قرآن مجید کی عملی مثال بن سکیں گے۔

اکثر مسلمان نہ اپنوں سے صبر کرتے ہیں اور نہ غیروں سے!

مسلمانوں کی کثیر تعداد نہ ہی زندگی کے مختلف شعبوں میں صبر اختیار کرکے اسلامی احکام پر عمل کرتی ہے اور نہ ہی ان کو اپنوں کے ساتھ صبر کرنا آتا ہے اور نہ غیروں کے ساتھ صبر معلوم ہے، وہ اپنوں کے ساتھ بھی ذرا ذرا سی بات پر الجھ جاتے اور قتل وخون تک کی نوبت آجاتی ہے، آپس مین جب لڑتے ہیں تو کہیں مسجد میں نماز پڑھنے والوں پر گولیاں چلاتے ہیں، کہیں ایک دوسرے کو کافر اور مشرک کہتے ،کلمہ پڑھنے والوں ہی کو مسلمان نہیں سمجھتے ، بحث وتکرار میں چاقو،تلوار یا لٹھ لے کر اپنے ہی بھائی اور رشتہ داروں کا قتل کرڈالتے اور مختلف گروپوں میں بٹے ہوتے ہیں اور ایک دوسرے کو جہنمی سمجھتے ہیں، نہ اپنے بھائی اور رشتہ داروں کو صبر کے ساتھ برداشت کرتے اور نہ غیر مسلموں کے ساتھ صبر کرکے ان کو درست کرنے کی فکر رکھتے یہ سب حالات محض صبر جیسی صفت سے محروم ہونے کی وجہ سے ہے۔

چنانچہ وہ جس طرح اپنی قوم کے لوگوں سے شکایت رکھتے ہیں اسی طرح دوسری قوموں سے لڑائی جھگڑے اور مقابلہ آرائی کرکے ان کو اپنا دشمن بنالیتے ہیں اور ان کو ناپاک، گندے، گرے ہوئے، حقیر، ذلیل، جہنمی اور مشرک سمجھ کر نفرت کرتے اور ان کے پاگل پن، ظلم وزیادتی پر ان سے بغض وعداوت رکھتے ، ان ہی کی طرح تعصب برتتے اور ان کو اپنا مدعو سمجھنے کے بجائے دشمن سمجھتے ہیں، اس وجہ سے بھی غیر مسلم اپنے ڈراموں، فلموں، ناولوں، ٹی وی وغیرہ میں غنڈا، بدمعاش، چور ڈاکو، قاتل، لڑاکو، جاہل کا رول مسلمان نام سے رکھتے ہیں، اور ان کے مذہبی پیشوا اپنی عبادت گاہوں میں اپنی قوم کے لوگوں کو بعض بگڑے ہوئے مسلمانوں کی حالت بتلا کر اسلام سے اور مسلمانوں

سے نفرت پیدا کرواتے ہیں۔

اکثر مسلمان صرف پرسکون ماحول ہی میں اسلامی زندگی گذارنا چاہتے ہیں مخالف ماحول میں صبر نہ ہونے کی وجہ سے اسلام کا ساتھ چھوڑ دیتے ہیں۔

مسلمانوں کی بہت بڑی تعداد ایمان کی کمزوری کی وجہ سے پرسکون حالات ہی میں اسلام پر زندگی گذارتی ہے، جیسے ہی مخالف حالات آجائیں تو یہ لوگ اسلام کا ساتھ نہیں دیتے ، یہی حال دعوت دین کا بھی ہے وہ پھولوں کی سیج پر دعوت دین کا کام کرنا چاہتے ہیں، کانٹوں کی سیج سے بچنا چاہتے ہیں جو ناممکن ہے، بت پرستی، شرک اور مخالف ماحول میں اسلام پر چلنا کمال ہے، یہاں صبر اختیار کرنا پڑتا ہے، توحید کے ماحول میں صبر اختیار کرنا ہی نہیں پڑتا اور نہ مخالفت ہوتی ہے، تمام پیغمبروں نے مخالف ماحول ہی میں صبر کے ساتھ دعوت کا کام کیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب تک دعوت دین نہیں دیا کوئی مخالفت، کوئی دشمنی، کوئی عداوت اور کوئی ظلم وزیادتی نہیں تھی، جیسے ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعوت کا کام شروع کیا، مخالفت شروع ہوگئی، مکہ کانٹوں کا سیج بن گیا۔

پاگلوں کے ساتھ پاگل بننا ایک قسم کا پاگل پن اور جہالت ہے

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ میں دعوت دین کا کام شروع کیا تو سارا مکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دشمن ہوگیا، آپ کو سچا اور امانت دار کہنے والے جھوٹا، کذاب، جادوگر اور مجنوں کہنے لگے، آپ کے خلاف پروپگنڈہ شروع ہوگیا، لوگوں کو آپ سے ملنے سے روکا جانے لگا، دھمکیاں دی جانے لگیں، آپ پر ایمان لانے والوں کو ستایا جانے لگا، مارا پیٹا جانے لگا، مال و دولت چھین کر ننگا اور فقیر کیا جانے لگا، یہاں تک کہ بہت سوں کو قتل بھی کر دیا گا، انگاروں کی سزائیں دی جانے لگیں، مسلمان رات دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے واقعات اور صحابہ کی زندگیوں کے واقعات سنتے اور بیان بھی کرتے ہیں وہ جانتے ہیں کہ مشرکان مکہ رسول اللہ کی بہت زیادہ توہین کرتے رہتے تھے، حاجیوں

کے قافلوں میں جا کر آپ کے خلاف کہتے، آپ کو پتھروں سے مار کر زخمی کیا گیا، آپ قرآن پڑھتے یا خطاب کرتے تو سیٹیاں بجائی جاتیں، شور وغل کیا جاتا، یا تالیاں بجائی جاتیں، ایمان لانے والوں کو گھروں سے بے گھر کیا گیا۔ ہجرت پر مجبور کیا گیا، صحابہ یہ سب کچھ دیکھنے کے باوجود صبر کرتے رہے، کبھی جوش میں آکر جلسے، احتجاج اور جلوس نہیں نکالے اور نہ مشرکین مکہ کی مار پیٹ پر یا ستانے پر واویلہ کیا اور نہ موقعہ ملتے ہی بدلہ لیا، نہ کسی پہاڑ کی وادیوں میں کسی کو اکیلا پا کر قتل کیا، نہ ان کی دوکانوں، مکانوں، سواریوں پر حملے کیے، پاگل اور بیوقوف انسانوں کے ساتھ خود پاگل اور بیوقوف نہیں بنے، بلکہ پاگل انسانوں کو پاگل اور بیوقوف اور نادان سمجھ کر ان کو تندرست بنانے اور عقل وفہم دینے کی محنت کرتے رہے، ان کی زیادتی پر ان کو سمجھاتے رہے، ان کے ظلم کو یکطرفہ صبر کے ساتھ برداشت کرتے رہے، رسول اللہ اپنے صحابہ کو بار بار صبر کی تلقین کرتے تھے، خود بھی زبردست صبر کو اختیار کیا، تشدد کا جواب تشدد سے نہیں دیا اور گندگی کو گندگی سے نہیں دھویا۔ ''پیشاب کو پیشاب سے نہیں دھویا جاتا''۔

صحابہؓ کے صبر کا فائدہ سب سے زیادہ مکہ والوں ہی کو ہوا

مکہ میں ایک جماعت ظلم و زیادتی کر رہی تھی، دوسری جماعت ان کے ظلم کو برداشت کر رہی تھی، تیسری جماعت دعوت دین میں لگی ہوئی تھی اور چوتھی ظلم کو دیکھ رہی تھی اور جو لوگ جیسے جیسے اسلام قبول کر رہے تھے اپنی طاقت کے بڑھنے پر مقابلہ کرنے، تشدد کا جواب تشدد سے دینے یا چیخ و پکار کرنے یا واویلا کرنے اور احتجاج کرنے میں وقت برباد کرنے کے بجائے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دعوت وتبلیغ میں لگے رہے اور لوگوں کے ظلم کی پرواہ کئے بغیر ان کو اسلام کی طرف بلانے میں لگے رہے صحابہ کو ایمان قبول کرنے کے بعد یہ بات اچھی طرح سمجھ میں آگئی تھی کہ جو لوگ شرک میں گرفتار ہیں، وہ نادانی، کم علمی، بدعقلی اور باپ دادا کی اندھی تقلید کی وجہ سے

گمراہ بنے ہوئے ہیں اور شیطان کے جال میں پھنس گئے ہیں؛ اس لئے انہوں نے پاگل کو پاگل سمجھا اور پاگلوں کے ساتھ پاگل نہیں بنے اور نہ جاہلوں جیسے شیطانی اعمال اختیار کئے اور نہ ہی احتجاج، جلوس اور پکارا کر کے، نعرے لگا کر اپنی کمزوری و بے بسی کا اظہار کیا؛ بلکہ ان کی ان جاہلانہ حرکتوں پر ان کو دعوت حق کے ذریعہ تندرست بنانے کی محنت کرنا شروع کر دیئے، ان کو عقل و سمجھ دیتے رہے سمجھاتے رہے اور اچھے برے کی تمیز دیتے رہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے تمام صحابہ کو مکی زندگی میں ہاتھ باندھے رکھنے کی تاکید کی اور یکطرفہ صبر اختیار کرنے اور تشدد کا جواب تشدد اور جہالت سے دینے سے منع کیا تھا خود بھی اور صحابہ سے بھی بھرپور صبر کا مظاہرہ کرایا۔

صحابہ کے اس یکطرفہ صبر کرنے کی وجہ سے جو لوگ ظلم میں شریک نہیں تھے اور ظالم و مظلوم کو دیکھ رہے تھے ان کو اچھے برے انسانوں کی پہچان ہونے لگی، ظلم کس چیز پر ہو رہا ہے؟ سمجھ میں آنے لگا، وہ دل ہی دل میں اسلام کی حقانیت سمجھ رہے تھے اور اندر سے اسلام سے متاثر ہوتے جا رہے تھے، مگر طاقت و ہمت کے نہ ہونے اور وقت کا انتظار کرتے ہوئے اس وقت اسلام قبول نہیں کیا؛ مگر جیسے ہی فتح مکہ ہوا یہی لوگ جوق در جوق بغیر تبلیغ کے کھلے طور پر اسلام میں داخل ہو گئے، گویا صحابہ نے صبر کے ذریعہ جان و مال کی قربانی دے کر مکہ کے انسانوں کو ایمان میں داخل ہونے کا موقع دیا، اس سے یہ معلوم ہوا کہ ہر زمانے میں انسانوں کی ایک تعداد ایسی رہے گی جو ظالم و مظلوم کو دیکھتے ہوئے حق کو پہچان کر بغیر تبلیغ کے حق کو اختیار کر سکتی ہے، ان کو حق و باطل کا فرق سمجھ میں آسکتا ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆

یکطرفہ صبر کی ترغیب دے کر آپ کو بزدل نہیں بنایا جارہا ہے

صرف یکطرفہ صبر کرنا بزدلی ہے یکطرفہ صبر کے ساتھ ساتھ دعوت دینا بہادری ہے، یکطرفہ صبر کی تلقین کرنے سے بعض لوگ یہ تصور کرتے ہیں کہ غیر مسلموں کی جہالت اور ظلم پر اگر ہم یکطرفہ صبر کرتے رہے تو وہ ہمیں بزدل سمجھ کر ہماری جانوں اور مالوں کو لوٹتے ہی رہیں گے، یک طرفہ صبر ایک مقصد اور حکمت کے تحت کیا جائے، جس طرح ڈاکٹر پاگل انسان کی حرکتوں پر صرف یکطرفہ صبر ہی نہیں کرتا؛ بلکہ ساتھ ساتھ اس کا علاج بھی کرتا رہتا ہے، اگر وہ علاج نہ کرکے صرف یکطرفہ صبر ہی کرتا رہا تو پاگل انسان کا پاگل پن بہت بڑھ جاتا ہے، استاذ بچوں کو لکھنا پڑھنا سکھاتے وقت صرف صبر ہی نہیں کرتا، بلکہ بار بار ان کو لکھنے پڑھنے کی مشق کرواتا ہی رہتا ہے، اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ نے صرف یکطرفہ صبر ہی پر اکتفا نہیں کیا، بلکہ ان پاگلوں کو درست کرنے اور صحت مند بنانے کے لئے دعوت کا کام ہر صورت میں جاری رکھا، کسی صحابی کے قتل ہونے یا مار کھانے یا مال کے لٹ جانے یا دھمکیاں دینے سے دعوت الی اللہ کا کام کبھی بند نہیں کیا گیا، اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صبر کے ساتھ ساتھ دعوت کا عمل نہ کرتے تو یقیناً مکہ کے بیمار انسان کبھی تندرست نہ ہوتے، آپ نے صبر اختیار کرکے مکہ کے کِریم (Cream) کو ایمان سے آراستہ کرلیا، اسی طرح موجودہ زمانے میں غیر مسلموں کی نادانیوں اور ظلم وستم اور تشدد پر صرف اور صرف صبر کیا جائے؛ مگر دعوت دین نہ کیا جائے تو یقیناً ان کی بیماری مزید بڑھے گی اور وہ زیادہ تکلیف دہ بن جائیں گے؛ اس لئے انہیں ان کی زیادتیوں اور گمراہیوں پر احساس دلایا جائے کہ تم لوگ شرک میں مبتلا ہو اور شرک بدبودار سنڈاس سے بھی زیادہ خطرناک ہے، تم ناپاک زندگی میں گرفتار ہو، اللہ کے ناشکرے بنے ہوئے ہو، اگر تم نے شرک سے توبہ نہ کی تو ہمیشہ ہمیش کی جہنم میں رہو گے اور جہنم میں فلاں فلاں عذاب ہیں، سب سے بڑھ کر آگ ہے جلا دئے جاؤ گے، یہ

زندگی امتحان کی ہے یہاں تمہیں خدا کو پہچاننا ہے اور اسی کی عبادت وغلامی کرنا ہے، غرض صبر کے ساتھ ساتھ دعوت کے کام کو تیز کر دیا جائے تب ہی صبر فائدہ دے گا، سورہ عصر میں اللہ نے تاکید کی ہے کہ حق کی دعوت دینے کے بعد صبر کرتے رہو۔

صبر کرتے ہوئے طاقت کے نہ ہونے کی وجہ سے راستوں پر دھرنا دینا، چیخ و پکار کے جلوس نکالنا اور پولس کی سختی پر حکومت سے عاجزی کرنا بزدلی ہے، اس کی بہتر شکل یہ ہے کہ ظلم وزیادتی پر اللہ سے رجوع ہو کر دعائیں کرنا قانون کا سہارا لے کر عدالتوں اور دفاتر میں انصاف کا مطالبہ کرنا، بہادر لوگ کبھی احتجاج اور دھرنا نہیں دیتے۔

غیر مسلم مسلمانوں کے بے صبرے پن سے فائدہ اٹھا رہے ہیں

غیر مسلموں میں جو لوگ اسلام کے دشمن ہیں وہ مسلمانوں کی بے صبری اور بے شعوری سے خوب فائدہ اٹھا رہے ہیں، ان کو یہ بات اچھی طرح سمجھ میں آ گئی ہے کہ ہماری مذہبی تعلیمات ہماری قوم کو اتحاد و اتفاق پر جمع نہیں کر سکتی، ان کو شیطان نے یہ بات سمجھا دی کہ اپنی قوم کو متحد کرنے کے لئے مسلمانوں کو چھیڑا جائے، بھڑکایا جائے، اکسایا جائے، نعرے بازی کی جائے، اسلام مخالف زہریلی تقاریر کی جائیں، غصہ دلایا جائے، اس پر مسلمان خاموش نہیں رہتے، پکارا کرتے، جلسے جلوس نکالتے، احتجاج کرتے، ہوش کھو کر جوش بتلاتے سنجیدگی سے کام نہیں لیتے اور جوش میں نعرے مارتے، پتھریں پھینکتے، واویلا کرتے، پھر اس کے بعد حکومت کی سختیوں اور سزاؤں پر رحم کی درخواست کرتے پھرتے، غیر مسلم مسلمانوں کی اس حالت پر خوش ہوتے ہیں، جس طرح شریر بچے محلوں اور بستیوں میں نیم پاگل، کمزور، بوڑھے اور ضعیف انسانوں کو ستا کر مزہ لیتے ہیں اسی طرح غیر مسلم مسلمانوں کو ستا کر مزہ لیتے اور اپنی قوم کے لوگوں کو اسلام اور مسلمانوں کے خلاف کرتے ہیں۔

مسلمان ساری دنیا کے سامنے اسلام کو سب سے اچھا مذہب کہتے ہیں؛ مگر اپنے عمل سے تصدیق نہیں کرتے!

بے شک تمام مذاہب میں سب سے اچھا اور سچا مذہب اسلام ہے جس کا اظہار مسلمان اپنے قول سے بار بار کرتے ہیں؛ مگر اپنے عمل سے اس کا ثبوت نہیں دیتے، وہ رات و دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کے واقعات سنتے اور بیان بھی کرتے ہیں؛ مگر ان کا عمل کچھ ہے اور سیرت کی کتابوں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کا عمل کچھ ہے، ان کو یہ باتیں خوب اچھی طرح معلوم ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں کئی مرتبہ گستاخیاں کی گئیں، طائف کی وادیوں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بے عزتی کا سلوک کیا گیا، پھر آوارہ لڑکوں کو پیچھے لگا کر پتھر مارا گیا اور زخمی کر دیا گیا، وہاں سے واپسی پر مکہ میں داخل ہونے نہیں دیا گیا، شہریت منسوخ کر دی گئی، صحابہ کو ہجرت پر مجبور کیا گیا، پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کا منصوبہ بنایا گیا، شعب ابی طالب میں بند کر دینے کے باوجود بھوکے پیاسے زندگی گذارے، آپ کو جادوگر، پاگل اور مجنون کہا جاتا، آپ کے اوپر کچرا ڈالا جاتا، مگر رسول اللہ اور صحابہ نے کبھی احتجاج نہیں کیا اور نہ مشرکان مکہ کے خلاف جلوس نکالے، اور نہ جلسے کر کے اپنے غصہ کا اظہار کیا اور نہ نعرے لگائے اور نہ ان کی مار پیٹ، ستانے اور قتل کرنے پر واویلا اور پکارا کیا، مکہ کی وادیاں ایسا علاقہ ہے جہاں کسی کا قتل کرنا بہت آسان ہے، قتل کا بدلہ کسی بھی وادی میں سنسان جگہ، یا رات کے وقت آسانی سے لیا جا سکتا تھا؛ مگر کسی صحابی کے قتل پر کسی کو نہیں مارا گیا؛ بلکہ سارا ظلم برداشت کرتے رہے، خود بھی صبر کیا اور اپنے ساتھیوں کو بھی صبر کی تلقین کرتے رہے، اگر صبر نہیں کرتے اور موجودہ زمانے کے مسلمانوں کی طرح ٹکرا جاتے تو شاید سارے کے سارے قتل کر دیئے جاتے، ان کی جانیں اور مال لوٹ لئے جاتے، ان کی

زیادتی پران کو پاگل سمجھا اور پاگلوں کے پاگل پن پر خود بھی پاگل نہیں بنے اور نہ پاگلوں، جاہلوں جیسے اعمال اختیار کئے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بڑے شر کے مقابلے چھوٹے شر کو برداشت کرو، نقصان سے بچ جاؤ گے، صحابہ نے اسی پر عمل کیا اور بڑے شر سے محفوظ رہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کا منصوبہ بنایا گیا، صحابہ یہ سب کچھ دیکھتے ہوئے صبر کے ساتھ برداشت کرتے رہے، شعب ابی طالب میں بند کر دینے کے باوجود بھوکے پیاسے زندگی گذارے۔

قرآن کہتا ہے کہ ہر زمانے میں ایمان والوں کو ستایا گیا ظلم وزیادتی کی گئی، ان کے پیغمبروں کو قتل کیا گیا، فرعون نے بنی اسرائیل کے ہزاروں بچوں کو قتل کر ڈالا، بی بی آسیہ کو پتھر ڈال کر شہید کر دیا، ان کی نوکرانی کے ایمان لانے پر اس کے بچوں کو گرم گرم تیل میں جلا ڈالا، مگر بنی اسرائیل نے صبر کیا، اور وقت کا انتظار کیا، فرعون اور اس کی حکومت کے خلاف احتجاج و پکار انہیں کیا اور نہ جلوس نکالے اور نہ جلسے کیے، جوش میں آ کر فرعون اور اس کے لوگوں کے گھروں اور دوکانوں کو نقصان نہیں پہونچایا، عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے حواریوں کے ساتھ بھی ظلم وزیادتی کی گئی، اصحاب کہف کے ایمان لانے پر قتل کی دھمکی دی گئی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: پچھلے زمانوں میں ایمان قبول کرنے والوں کے جسموں کو لوہے کی کنگھیوں سے گوشت نوچا گیا ان کے سروں پر آرے چلائے گئے (بخاری) اصحاب اخدود کو آگ میں زندہ جلایا گیا۔

جب اللہ تعالیٰ صبور ہے تو ہم صبور کی نقل کیوں نہیں کرتے؟

موجودہ زمانے میں مسلمان دعوت الی اللہ کی فکر سے کوسوں دور ہو گئے ہیں اور اپنی مدعو قوم کے تشدد اور ظلم وزیادتی پر ٹکراؤ، نفرت، بغض، غصہ، تعصب اور نا انصافی کو اختیار کر کے ان کو اپنا دشمن بنا رہے ہیں اور اسلام سے دور کر رہے ہیں، ان میں صبر نام کی کوئی

چیز ہی نہیں، حالانکہ صبر رحمٰن کے بندوں کی وہ صفت ہے جو انہیں دنیا اور آخرت میں کامیابی دلاتی اور جنت عالیہ کا مستحق بناتی ہے، قرآن مجید سورہ ق آیت: ۳۹ میں اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا: **فَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ** جو کچھ یہ کفار بک رہے ہیں اس پر صبر کرو، سورہ مزمل میں ارشاد ہے: **وَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ وَاهْجُرْهُمْ هَجْرًا جَمِيْلًا**۔ یہ لوگ جو دل آزاری کی باتیں کر رہے ہیں تم اس کو سنتے رہو اور اچھے طریقہ سے ان سے کنارہ کش رہو۔ اس کے لئے ہماری کتاب ''غیر مسلموں کے ساتھ زندگی گذارنے کے طریقے'' پڑھئے۔

اللہ تعالی کی اس تاکید کے باوجود موجودہ زمانے میں مسلمانوں کا عمل کم عقلی اور نادانی کا ہے، وہ غیر مسلموں کی حرکتوں پر ہوش کھو کر جوش میں آجاتے اور صبر کا دامن چھوڑ دیتے ہیں اور دعوتی فضا خود خراب کر لیتے ہیں۔

چنانچہ غیر مسلم مسلمانوں کو بھڑکانے اور جوش میں لانے کے لئے پوری دنیا میں مختلف انداز سے چھیڑتے ہیں، کہیں پر مسجدوں کی دیواروں پر نعرے لکھ دیتے، کہیں مسجد میں بد جانور کاٹ کر یا اس کا گوشت پھینک دیتے، یا مسجد کے سامنے باجا بجاتے، یا لوڈ اسپیکر میں اذان دینے نہیں دیتے، یا جلوس نکال کر مسلمانوں اور اسلام کے خلاف نعرے لگاتے، یا شرکیہ انداز پر بتوں کے جلوس نکالتے، یا اسلام اور مسلمانوں کے خلاف تقاریر کرتے یا اخبارات، ریڈیو اور ٹی وی میں اسلام کے خلاف پروپیگنڈہ کرتے، یا رسول اللہ کی شان میں گستاخانہ جملے بولتے ہیں، ایسی تمام صورتوں میں مسلمان مشتعل ہو کر شرک کا جواب شرک سے دیتے اور ان کے مقابلے جھنڈیاں لگاتے، قوالیاں کرتے، سڑکوں پر دھوم دھام سے جھنڈوں کے ساتھ جلوس نکالتے، نعرے لگاتے ناچتے، چلاتے، چیختے، اذان بھی ہوتی رہے تو نماز نہیں پڑھتے، لوڈ اسپیکر ایسے لگاتے کہ لوگوں کی نیند اور پڑھنا لکھنا حرام ہو جاتا ہے، دن بھر ٹولیوں کی شکل میں سڑکوں پر دف بجا کر خاص قسم کی ٹوپی پہن کر، راستوں پر چوری کی سرکاری لائٹ لگا کر، مسجدوں اور راستوں کو منور کرتے، شب

برات، شب قدر، شب معراج میں رات بھر راستوں میں دھوم کرتے، اور رسول اللہ کی پیدائش کی خوشی مناتے ہیں، غرض جس طرح غیر مسلم جہالت کے مظاہرے کرتے یہ بھی ویسے ہی اعمال کرتے ہیں تاکہ ان کا مقابلہ ہو سکے، یا یہ صبر نہ کر کے جس جوش اور جذبہ سے مظاہرہ کرتے ہیں غیر مسلم بھی اس کے جواب میں ویسا ہی جاہلانہ مشرکانہ جوش وجذبہ سے جواب دیتے ہیں۔

اگر کوئی غیر مسلم مسجد کے سامنے بیانڈ باجا بجائے تو لڑائی جھگڑا چھیڑ کر خود ہی اپنی دوکانوں، مکانوں کو فساد کے حوالے کر دیتے ہیں، اس کے برعکس خود اگر باجا بجائیں تو کوئی فرق نہیں ہوتا، ایک دو مسلمانوں کے خون کا بدلہ لینے کے لئے غریب اور معصوم لوگوں کو اپنے محلوں میں پاکر قتل کر ڈالتے ہیں، مسجد پر کوئی نعرہ لکھ دے یا مسجد کے صحن میں بد جانور کاٹ کر ڈال دے، بھلا نماز نہ بھی بڑھتے ہوں ایسے لوگ زبردست جوش بتلا کر دو چار غیر مسلموں کی دوکانوں اور مکانوں پر ہلہ بول دیتے ہیں اور پھر پولس اور فسادیوں کو اپنے گھروں، محلوں، بستیوں میں گھسنے کا موقع فراہم کرتے ہیں، نوجوانوں کو گرفتار کرنے پر احتجاج کرتے ہیں، لیڈروں اور منسٹروں کے آگے پیچھے پھرتے ہیں، مسلمانوں کی یہ کیفیت ساری دنیا کے غیر مسلم علاقوں میں ہے، اس لئے کہ ان کو جمعہ کی تقاریر میں صبر سکھایا ہی نہیں جاتا اور نہ وہ اپنے بڑوں کو صبر کرتا ہوا دیکھتے ہیں۔ سیرت کا مشہور واقعہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باوجود مدینہ میں برتری رکھتے ہوئے مسجد نبوی کے صحن میں ایک شخص کے پیشاب کرنے پر اس کو پوری طرح پیشاب کرنے دیا اور اس کو سزا دیئے بغیر معاف کر دیا اور کہا کہ یہ جگہ پیشاب کرنے کی نہیں، صحابہ غصہ ہوگئے؛ مگر آپ نے خود بھی اور صحابہ کو برداشت کرنے کی تعلیم دی، اس عمل کی وجہ سے وہ شخص اپنے قبیلے میں جا کر مسلمانوں کے اس عمل کا تذکرہ کیا اور مسلمان ہوگیا اور دوسرے کے اسلام لانے کا ذریعہ بنا اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک غیر مسلم مہمان بنا اور رات گذاری، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی ضیافت کی، وہ صبح صبح اٹھا اور فجر سے پہلے بستر میں غلاظت کر کے بھاگ

گیا۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صبر اختیار کرتے ہوئے اس کی غلاظت کو خود صاف کیا، وہ جاتے وقت اپنی تلوار بھول کر چلا گیا، اپنا ہتھیار لینے آیا تو اس سے صرف اتنا کہا کہ شاید تم کو تکلیف ہوگئی، تمہارا ہتھیار وہاں رکھا ہے لے جاؤ، رسول اللہ کے اس برتاؤ کی وجہ سے اس نے اسلام قبول کرلیا۔ذرا دیکھئے! رسول اللہ کا عمل کیا ہے اور ہماری طرز زندگی کیا ہے؟

اسلام کے مخالف بے شعور مسلمانوں کی ذہنیت سے اچھی طرح واقف ہوگئے ہیں

جو لوگ اسلام کے مخالف ہیں ان کو اس بات کا خوب اچھی طرح اندازہ ہوگیا ہے کہ مسلمانوں کی اکثریت کو کس بات پر اکسایا جاسکتا ہے، کس بات پر وہ غصہ ہوتے اور بھڑکتے ہیں اور صبر کو چھوڑ دیتے ہیں، چنانچہ وہ یہ بات اچھی طرح جانتے ہیں کہ مسلمان خدا کے بارے میں برائی کرنے سے غصہ نہیں ہوتے اور نہ بھڑکتے ہیں، رسالت کی اگر توہین کی گئی تو ان کو بہت غصہ آتا ہے اور ہوش کھو بیٹھتے ہیں۔اسی منصوبے کے تحت تھوڑے تھوڑے وقفہ سے باقاعدہ گستاخیاں اور توہین کی جارہی ہیں، اور اسپین کی تاریخ کو دہرانے کی کوشش کی جارہی ہے، اسپین میں کافی عرصہ تک مسلمان حکومت کرتے رہے، کہا جاتا ہے کہ ایک چھوٹا سا گروپ جو اسلام دشمن تھا، اپنی قوم کو مسلمانوں کے خلاف بھڑکانے اور مسلمانوں کے خلاف متحد کرنے کے بہت سارے پروگرام بنائے اور اسی پروگرام کے تحت اسپین کے ایک گاؤں میں پیغمبر اسلام کے خلاف توہین آمیز تقریر کرادی جس پر مسلمان غصہ ہوکر بھڑک اٹھے اور واعظ کو قتل کردیا، اسی طرح دس پندرہ علاقوں میں تقاریر خاص منصوبہ بند طریقے سے کرائی گئیں اور ہر جگہ چونکہ مسلمانوں کا اقتدار تھا مسلمان بھڑک اٹھے اور تقاریر کرنے والوں کو قتل کیا، مخالف گروپ نے فائدہ اٹھا کر سارے اسپین میں اپنے لوگوں کو بھڑکایا اور مسلمانوں کی مخالفت پر اکسانے کے لئے یہ

منصوبہ بھی بنایا، آخر کار ایک وقت آیا کہ ساری قوم متحد ہو کر اسپین کے گاؤں گاؤں سے مسلمانوں کو مار مار کر لوٹا پیٹا اور حکومت چھین لی اور وہاں سے بھگا دیا۔

آج بھی ساری مغربی دنیا میں اسی پالیسی کو اختیار کرتے ہوئے مختلف علاقوں میں ریڈیو، ٹی وی، اخبارات، ناولوں، رسالوں اور اشتہاروں کے ذریعہ پیغمبر اسلام کی شان میں گستاخی کی جارہی ہے، کہیں قرآن کی بے حرمتی کی جارہی ہے، کہیں قرآن کو جلانے کا اعلان کیا جارہا ہے، کہیں حجاب نہ کرنے کا قانون بنایا جارہا ہے، کہیں مسجدوں پر مینارے بنانے سے روکا جارہا ہے، کہیں مسجد بنانے کی اجازت نہیں دی جارہی ہے، کہیں قرآن کی جگہ الفرقان نام کی کتاب تیار کی گئی ہے، کہیں قرآن مجید میں سے یہود و نصاری کے تعلق کی آیات کو نکالنے کی آواز اٹھائی جارہی ہے، کہیں عورت کو ننگی کر کے قرآنی آیات اس کے جسم پر لکھی جارہی ہیں، کہیں ڈاڑھی والوں کی بے عزتی یا برقع والی عورتوں کی بے عزتی کی جارہی ہے، کہیں عورت کو امام بنا کر اسلام کی شکل کو بگاڑنے کی کوشش کی جارہی ہے، تاکہ مسلمان بھڑکیں، جوش دکھائیں، تاکہ ساری یوروپی قومیں مسلمانوں کے خلاف متحد ہو جائیں اور اسلام سے اور مسلمانوں سے نفرت کریں اور اسلام کے نام کو ان کے ملک سے مٹا دیا جائے اور اسلام کو پھیلنے سے روکا جائے۔

مسلمان ہر جگہ جہاں جہاں گستاخانہ کارٹون، اسلام مخالف فلمیں اور پوسٹر لگائے جارہے ہیں، وہاں چیخ و پکار کر رہے ہیں، کہیں غصہ اور جوش میں پولس اور حکومت پر حملے کرتے، کہیں وہاں کے شہریوں پر حملے کرتے اور تمام لوگوں کو اپنا مخالف بنا رہے ہیں، جس کی وجہ سے اسلام کو بہت نقصان ہو رہا ہے اور دعوت دین کا ماحول نہیں بن رہا ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صلح حدیبیہ میں دس سال تک جنگ نہ ہونے کا معاہدہ اس لئے کیا تھا کہ آسانی سے امن کے ماحول میں دعوت کا کام کیا جائے اور غیر مسلم مسلمانوں سے قریب آئیں اور ان کی معاشرت کو دیکھیں، چنانچہ اس کا فائدہ یہ ہوا کہ غیر مسلم خاص طور پر مشرکان مکہ مدینہ آنے جانے لگے اپنے رشتہ داروں سے ملتے، ان کے پاس رہتے یا

تجارت وغیرہ کرنے لگے اور قریب سے اسلام کو دیکھنے لگے، چنانچہ پہلے سے زیادہ مکہ میں اسلام کا چرچہ ہونے لگا، مسلمانوں کی وحدانیت اور ان کی تہذیب وتمدن اور پاکیزگی سمجھ میں آنے لگی اور ان کے شراب، جوا، زنا، ناچ گانا بجانے سے دوری پر متاثر ہو گئے کہ اسلام کی تعلیمات نے ان کو کتنا اچھا انسان بنا دیا، چنانچہ صلح حدیبیہ کے بعد جنگ اور فساد کا ماحول دب گیا اور اسی زمانے میں دعوت دین خوب ہوا اور کثیر تعداد میں غیر مسلم اسلام میں داخل ہوئے۔

موجودہ زمانے میں کچھ مسلمان دنیا کے بعض علاقوں میں دعوت الی اللہ کا کام لے کر اٹھے ہیں اور یوروپ میں غیر مسلموں کی بڑی تعداد اسلام قبول کر رہی ہے، تو اس پر اسلام مخالف گروپ نے یہ محسوس کیا کہ 2020ء تک اسلام یوروپ کا دوسرا بڑا مذہب بن جائے گا تو انہوں نے اپنے ملک میں دعوتی کام کے زور کو توڑنے اور مسلمانوں سے اپنی قوم کو بدظن کرانے اور اسلام کے غلبے کو ختم کرنے کو کچھ اس طرح کی پالیسی بنائی کہ مختلف الزامات مسلم ممالک پر لگا کر یا اپنے ہی زرخرید لوگوں سے ہوائی جہاز اڑا کر ٹاور یا کوئی اہم مقامات پر بم گروائے یا دہشت گردی اور خودکشی کے حملے کروا کر مسلمانوں کو بدنام کیا اور الزام دیا کہ یہ مسلمان ہمارے ملکوں میں آکر دہشت گردی پھیلا رہے ہیں اور بم وغیرہ استعمال کر کے ہماری ملکیت کو تباہ کرنا چاہتے ہیں، اس لئے ان سے نفرت کرو اور دور رہو، ایک تاریخی روایت میں ہے کہ ابرہہ نے بھی کعبۃ اللہ پر حملے کا بہانہ نکالنے کے لئے اپنے ہی کرایہ کے آدمیوں سے اپنے بنائے ہوئے گرجا گھر کو آگ لگائی اور کعبہ کو گرانے کے لئے فوج لے کر نکلا، یہ حربہ ہر زمانے میں مخالف گروپ لڑائی نکالنے کا کرتا ہے، مگر مسلمانوں میں فراست نہیں وہ ہر عمل پر جوش میں آجاتے ہیں، رسول اللہ کی اتباع میں جوش نہیں دکھاتے حالانکہ خود اپنے عمل سے دین کو بدنام کر رہے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کی جگہ یہود ونصاری کے کلچر اور تمدن کو دل وجان سے زیادہ چاہتے ہیں خود رسول کے ایک ایک طریقے کے خلاف چلتے ہیں؛ مگر اپنے آپ پر لعنت نہیں کرتے اور

نہ غصہ آتا ہے، اپنی اولاد کو اسلام کی نافرمانی کرتا ہوا دیکھ کر ان سے راضی رہتے ہیں، خود مسجدوں کو ویران کرتے نماز نہیں پڑھتے، بے پردگی اور عریانیت پر چلتے ہیں، اسلام کے ہر ہر حکم کی خود خلاف ورزی کرتے، مگر دوسرے اگر بے حرمتی کریں تو بہت جوش اور غصہ آجاتا ہے، کمزور ہونے، اقلیت میں رہنے، فسادی ماحول اور دشمنی کی فضا میں رہنے کے باوجود صبر نہیں کرتے، خود کو اور اسلام کو نقصان پہنچاتے ہیں، اور خود کشی پر آمادہ ہو جاتے ہیں ان کو خوب اچھی طرح یاد رکھنا چاہئے کہ جہاں اکثریت غیر مسلموں کی ہوگی وہاں ایمان والوں پر ہر زمانے میں ظلم کیا گیا، فرعون نے جادوگروں کو ہاتھ اور پیر کاٹنے کی دھمکی دی، اصحاب اخدود کو زندہ آگ میں جلایا گیا، ہندوستان کے ایک شہر میں پندرہ سال پہلے ایک اخبار نے ایک کہانی جو کسی متعصب شخص نے لکھ کر دی تھی، چھاپ دی، اس میں کہانی کے افراد کے نام کچھ مزاحیہ انداز میں رکھے گئے، مگر وہ کہانی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے چند گوشوں کا مذاق اڑا رہی تھی، جب وہاں کے مسلمانوں نے چیخ و پکار کی اور احتجاج کرنا شروع کیا تو اخبار کے چیف ایڈیٹر نے غلطی کا اظہار کیا اور کہا کہ اس نے پیغمبر اسلام کے تعلق سے واقف نہ ہونے کی وجہ سے یہ کہانی عام مذاق کے طور پر شائع کی ہے، اس پر اخبار والوں نے سارے مسلمانوں سے معاف کرنے کی درخواست کی، مگر اس کے باوجود ایک بڑا مجمع جلوس کی شکل میں جمع ہو کر اس پریس کو جلا ڈالا، وہ پریس چھ لاکھ روپیوں کا تھا، انہوں نے نہ صرف چھ لاکھ روپیوں کا پریس جلایا؛ بلکہ اس پریس کے چھ نسلوں کو اسلام سے دور کر دیا، اور ان میں نفرت کی آگ بھر دی اور مسلسل وہ چھ نسلوں تک مسلمانوں کی یہ حرکت اور عمل کو منتقل کرتے رہیں گے کہ معافی مانگنے کے باوجود معاف نہیں کیا گیا اور ہمارے پریس کو جلا دیا، اس لئے مسلمانوں کو دعوت کی حکمت و مصلحت اچھی طرح سمجھنا چاہئے اور غیر مسلموں کے ساتھ زندگی گذارنے کے آداب و اصول کو جاننا ہوگا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عکرمہ بن ابو جہل، وحشی بن حرب اور ہندہ جیسے لوگوں کو معاف کیا تو وہ صحابیٔ رسولؐ بنے (رضی اللہ عنہم)۔

اگر کسی کے گھر میں سانپ نکل جائے تو وہ پوچھنے نہیں آتا کہ میں صبر کروں یا اس کو بھگادوں، بغیر پوچھے اپنی حفاظت کا انتظام کرلیتا ہے، اسی طرح جہاں ظلم وزیادتی ہو اسی علاقہ کی حد تک آواز اٹھائی جائے ہاں! اگر اس سے بات نہ بنے تو دوسرے راستے اختیار کئے جائیں گے، سارے ملک اور ساری دنیا میں احتجاج کرکے دعوت کی فضا کو خراب نہ کیا جائے۔

ڈاکٹر کسی مریض کا علاج کئے بغیر اس کا ہاتھ نہیں کاٹتا، جب ایک وقت تک علاج کرتا ہے اور فائدہ نہ ہونے کی صورت میں ہاتھ کے سڑ جانے کی وجہ سے آپریشن کرتا ہے، اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی مکی زندگی میں پوری طرح علاج کرنے کی کوشش کی، اسی کوشش سے مکہ کی آبادی کے اصل افراد اسلام میں آگئے اور جو کچرا تھے ان کا آپریشن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کی جنگ بدر اور جنگ اُحد میں کیا۔

سورہ نحل آیت ۱۲۶۔۱۲۸ میں اللہ تعالی کا ارشاد گرامی ہے: اگر تم لوگ بدلہ لو تو بس اسی قدر لو جس قدر تم پر زیادتی کی گئی ہو، لیکن اگر صبر کرو تو یقیناً یہ صبر کرنے والوں ہی کے حق میں بہتر ہے، اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم، صبر سے کام کئے جاؤ، اور تمہارا یہ صبر اللہ ہی کی توفیق سے ہے، ان لوگوں کی حرکات پر رنج نہ کرو اور نہ ان کی چال بازیوں پر دل تنگ ہو، اللہ ان لوگوں کے ساتھ ہے جو تقوی سے کام لیتے ہیں اور احسان پر عمل کرتے ہیں۔

مصائب آنے کی وجوہات ذہن میں رکھنے سے صبر پیدا ہوتا ہے

تقدیر میں جو کچھ مصیبت لکھی ہے وہ آکر رہے گی:

(۱) سب سے پہلی چیز مصیبت آجائے تو تقدیر کا لکھا سمجھنا، اور یہ تصور رکھنا کہ اللہ تعالی نے میرے مقدر میں اس تکلیف کا آنا لکھا تھا، اس لئے مجھ پر یہ تکلیف آئی ہے اس سے ایمان والوں میں صبر پیدا ہوتا ہے اور وہ بڑی سے بڑی مصیبت کو آسانی سے برداشت کرلیتا ہے۔

نیک بندوں کو مصیبت میں مبتلا کرکے آزمایا جاتا ہے:

(۲) اللہ تعالی نے دنیا کو امتحان و آزمائش کی جگہ بنائی، اس لئے وہ اپنے نیک

بندوں کا امتحان لینے اور ان کے درجات کو بلند کرنے کے لئے ان پر مصیبت کے حالات بھی لاتا ہے، یہ مصیبت ان کے لئے آزمائش ہوتی ہے، اللہ تعالی جن سے محبت کرتا ہے ان پر مصیبت اور آزمائش ڈالتا ہے، جو محبوب نہیں ہوتا اس کے لئے دنیا جنت بنادی جاتی ہے، مومن کے لئے دنیا قید خانہ ہے، قید خانے میں آرام وسکون نہیں ہوتا، تکالیف ہی تکالیف ہوتی ہیں۔

حضرت مصعب بن سعدؓ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ، ان کے والد حضرت سعد نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: اے اللہ کے رسول! وہ کون لوگ ہیں جن کی آزمائش سب سے زیادہ ہوتی ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انبیاء، پھر مقام ومرتبہ کے اعتبار سے جو جتنا زیادہ نیک اور اچھا ہوگا، اسی اعتبار سے اس کی آزمائش ہوگی، اگر آدمی کا دین کمزور ہے تو اسی اعتبار سے اس کی آزمائش ہوگی، آدمی کو اس کے دین کے حساب سے آزمایا جائے گا، اگر اس کا دین ٹھوس ہے تو اس کا امتحان بھی سخت ہوگا، اور اگر اس کے دین میں نرمی ہے تو اسی اعتبار سے آزمائش ہوگی، بیماریوں پر صبر کرنے سے اللہ تعالی آدمی کی خطاؤں کو معاف کردے گا اور گناہوں کو مٹادے گا۔ (ترمذی: ۲۳۹۸)

مسلمانوں کے گناہ معاف کرنے کیلئے دنیوی زندگی میں مصیبت ڈالی جاتی ہے:

(۳) گنہگار ایمان والوں کو اللہ تعالی آخرت میں عذاب سے بچانے کے لئے دنیا میں مصیبت میں مبتلا کرتا ہے، تاکہ ان کے گناہ معاف کردے اور وہ آخرت کے عذاب سے بچ جائیں، بی بی عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسلمان جس مصیبت میں بھی گرفتار ہوتا ہے تو اللہ تعالی اس کی وجہ سے اس کے گناہوں کو ختم کردے گا، اگر اس کے پیر میں کانٹا چبھے تو بھی گناہوں کا کفارہ ہو جائے گا۔ (بخاری کتاب المرض: ۵۶۴۱، ۵۶۴۲، مسلم: ۲۵۷۳)

پیدائشی طور پر جو لوگ اپاہج اور معذور پیدا کئے گئے اللہ تعالی کے فیصلے پر راضی رہیں اور اپنی اس معذوری پر اللہ تعالی سے اجر وثواب کی امید رکھنا اور توحید واستقامت

مانگنا، مرتے دم تک اسلام پر زندہ رہنے اور ایمان پر خاتمہ کی دعا کرتے رہنا۔ اس کا اجر ان کو ہمیشہ ہمیش کی جنت ہے، حضرت انس ؓ سے روایت ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب میں اپنے بندے کو اس کی دونوں آنکھیں لے کر آزماتا ہوں اور وہ اس پر صبر کرتا ہے تو اس کے بدلہ میں اسے جنت دونگا۔ (بخاری:۵۶۵۳)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کہ جب اللہ تعالی اپنے کسی بندے کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کرتا ہے تو اس کے گناہوں کی سزا دنیا ہی میں دے دیتا ہے، جب اللہ اپنے کسی بندے کے ساتھ بھلائی نہیں فرماتا تو اس کے گناہ کی سزا روک لیتا ہے، اس کا پورا بدلہ قیامت کے دن دے گا۔ (سنن ترمذی: کتاب الزہد: ۴/۶۰۱)

ایک روایت میں رسول اللہ وسلم نے فرمایا: مسلمان کو کوئی تکلیف ہوتی ہے تو اللہ تعالی اس کے گناہوں کو اس طرح جھاڑ دیتے ہیں جیسے درخت اپنے پتے جھاڑ دیتا ہے، غرض مؤمن کو ہر حالت میں ثواب ملتا ہے۔ (بخاری: ۵۶۴۸، مسلم: ۲۵۷۱)

فاسق وفاجر مسلمانوں کو غفلت سے جگانے کے لئے مصیبت آتی ہے:

(۴) مصیبت آنے کی ایک وجہ یہ بھی ہوتی ہے کہ جب ایمان والے بندے اللہ تعالی سے غافل ہو کر اس کی اطاعت وفرمانبرداری نہیں کرتے اور یہود ونصاری کی تہذیب پر چلتے، فسق وفجور کی اور شرک وبدعات کی زندگی گذارتے ہیں تو ان پر مصیبت ڈالی جاتی ہے تا کہ وہ اپنی غفلت سے جاگیں اور گناہ سے توبہ کریں اور اپنی نافرمانیوں کو چھوڑ کر اطاعت وفرمانبرداری اختیار کرلیں، جیسے استاذ اپنے شاگردوں کے محنت نہ کرنے پر ہلکی سزائیں دے کر پڑھنے لکھنے پر مجبور کرتا ہے، یک دم سخت سزا نہیں دیتا، اسی طرح اللہ تعالی یک دم عذاب میں مبتلا نہیں کرتا مثلاً زکوۃ نہ دینے پر بارش روک دی جاتی ہے، زنا کی کثرت پر نئی نئی بیماریوں میں مبتلا کر دیا جاتا ہے، نماز نہ پڑھنے پر رزق کی تنگی ہوجاتی ہے، کہیں ظالم بادشاہوں کو مسلط کر دیا جاتا ہے، کہیں کافر اور مشرکوں پر سے رعب ختم کر دیا جاتا ہے، کہیں برکت ختم کر دی جاتی ہے۔

کفار و مشرکین کو ان کی سرکشی پر عذاب سے ختم کر دیا جاتا یا ڈھیل دی جاتی:

(۵) کافر اور مشرک انسانوں کو مہلت پر مہلت دینے اور بار بار سمجھانے کے باوجود اگر وہ فساد اور سرکشی نہ چھوڑتے تو دنیا ہی میں عذاب میں مبتلا کر دیئے جاتے اور مختلف قسم کے عذاب تکالیف کی شکل میں ان پر آتے رہتے، جیسے فرعون کو کئی بار عذاب میں مبتلا کیا گیا، بنی اسرائیل کے ایک طبقہ کو ہفتے کے دن شکار کرنے پر بندر بنا دیا گیا اور لوط علیہ السلام کی قوم کو پتھروں کی بارش سے ہلاک کیا گیا، نوح علیہ السلام کی قوم کو بارش کے ذریعہ ہلاک کیا گیا اور آج کے کافروں اور مشرکوں کو مہلت دی جا رہی ہے، سنبھل گئے تو ٹھیک ورنہ آخرت میں بھرپور عذاب ملے گا۔

ہر ایک انسان مصیبت پر اپنا جائزہ کیسے لے؟

بیان کردہ تمام باتوں میں ایک ایمان والا اپنا کس طرح جائزہ لے کہ اس پر جو بھی حالات آئے ہیں، آیا وہ آزمائش اور امتحان کے ہیں یا گناہ معاف کرنے کے ہیں یا غفلت سے جگانے یا عذاب کے ہیں؟ اس لئے کہ دنیا کی زندگی کو اللہ تعالی نے کچھ اس طرح بنایا ہے کہ یہاں مسلم وغیر مسلم امیر وغریب سب ہی پر مختلف تکالیف و پریشانی کے حالات آتے رہتے ہیں۔

(۱) جو بھی حالات آئیں مومن اس کو تقدیر کا حصہ سمجھے اور نفس کو ان حالات میں اللہ کے پاس اجر و ثواب کا احساس دلائے، اس سے نفس خوشی خوشی صبر کا راستہ، برداشت کا راستہ اختیار کرتا اور بڑی سے بڑی مصیبت کو برداشت کر لیتا ہے۔

(۲) مصیبت اللہ کے خاص بندوں پر ہوتی ہے جس میں انبیاء اور صحابہ اور اولیاء اور بزرگان دین شامل ہیں، صدیق، شہداء اور صالحین شامل ہیں، اگر اللہ تعالی کی اطاعت اور رسول اللہ کی اتباع ہونے کے باوجود مصیبتیں آ رہی ہیں تو یہ آزمائش تصور کرو اور اللہ تعالی سے اس مصیبت کے برداشت کرنے کی دعا مانگتے رہو۔

(۳) کبھی مصیبت ان ایمان والوں پر آتی ہے جو نیکیوں کی پابندی کرتے ہوئے کبھی گناہ بھی کر بیٹھتے ہیں اس کی وجہ سے ان کے عمل سے نیکیاں زیادہ اور گناہ کم ہوتے رہتے ہیں۔

(۴) مصیبت کی چوتھی کیفیت ان مسلمانوں کی ہے جو کلمہ پڑھ کر کبھی کبھی نماز ادا کر لیتے ہیں؛ مگر شرک و بدعات کے کام اور فسق وفجور کے کاموں میں لگے رہتے ہیں، وہ گناہوں کو گناہ نہیں؛ بلکہ نیکی سمجھ کر کرتے اور بدعات کو دین سمجھتے ہیں ایسے لوگوں کو اللہ تعالی ذلت، پریشانی اور مصیبت میں مبتلا کر کے جگانا چاہتا ہے۔

(۵) آخری حالت ان کافروں اور مشرک انسانوں کے لئے ہے جو دنیا میں دین کو مٹانا اور ایمان والوں کو اسلام سے ہٹانا چاہتے ہیں اور زمین پر فساد مچاتے ہیں۔

صبر کا مختصر خلاصہ

☆ صبر کے نہ ہونے کی وجہ سے آج مسلمانوں میں اتحاد نہیں۔

☆ صبر کے نہ ہونے کی وجہ سے مساجد میں لڑائی جھگڑے اور فساد ہورہے ہیں۔

☆ صبر کے نہ ہونے کی وجہ سے علماء میں اتفاق واتحاد نہیں۔

☆ صبر کے نہ ہونے کی وجہ سے طلاق ہوتے ہی دنیوی فائدے، بدلہ لینے اور ستانے کے لئے جھوٹا ڈوری کا مقدمہ ڈالتے اور غیر مسلموں کی عدالت کے دروازہ کھٹ کھٹاتے ہیں، آج ہزاروں جھوٹے مقدمے عدالت میں چل رہے ہیں اور اسلام کو بدنام کر رہے ہیں، اگر صبر ہوتا تو آخرت میں اللہ کے پاس انصاف کا انتظار کرتے۔

☆ صبر کے نہ ہونے کی وجہ سے پڑوسیوں سے تعلقات خراب کر لیتے ہیں۔

☆ صبر کے نہ ہونے کی وجہ سے رشتے داریاں توڑ لیتے ہیں۔

☆ صبر کے نہ ہونے کی وجہ سے فضول خرچی کرتے ہیں۔

☆ صبر کے نہ ہونے کی وجہ سے بیماریوں اور مصیبتوں میں اللہ کی شکایت کرتے ہیں۔

☆ صبر کے نہ ہونے کی وجہ سے میاں بیوی ہر روز جھگڑتے ہیں۔

☆ صبر کے نہ ہونے کی وجہ سے مصیبتوں پر صبر نہ کر کے گناہ کی رغبت اختیار کرتے ہیں۔

☆ صبر کے نہ ہونے کی وجہ سے حرام چیزوں کی طرف رغبت کرتے ہیں۔

☆ صبر کے نہ ہونے کی وجہ سے کسی کی موت پر کپڑے پھاڑ لیتے یا بیان کر کے روتے ہیں آپے سے باہر ہو جاتے ہیں۔

☆ صبر کے نہ ہونے کی وجہ سے خودکشی کر لیتے اور ناامید ہو جاتے ہیں۔

☆ صبر کے نہ ہونے کی وجہ سے غصہ میں چھرا، چاقو اور لٹھ لے کر مارتے دوڑتے، گالی گلوج کرتے اور دوسروں کی بے عزتی کرتے ہیں۔

☆ صبر کے نہ ہونے کی وجہ سے نفسانی خواہشات پر دوڑتے، شراب اور زنا کی طرف رغبت کرتے ہیں۔

☆ صبر کے نہ ہونے کی وجہ سے غیبت سے نہیں بچتے تہمت لگاتے ہیں، زبان کو قابو میں نہیں رکھتے۔

☆ صبر کے نہ ہونے کی وجہ سے صحت مند لوگ روزے نہیں رکھتے۔

☆ صبر کے نہ ہونے کی وجہ سے آنکھوں، کانوں اور دل و دماغ کے زنا سے نہیں رکتے۔

☆ صبر کے نہ ہونے کی وجہ سے دعوت دین سے دور ہو گئے ہیں۔

☆ تقدیر پر ایمان کمزور ہو تو انسان صبر نہیں کرتا۔

☆☆☆

عبداللہ صدیقی صاحب کی بعنوان ''تعلیم الایمان''

تالیف کردہ کتابوں پر ایک عمومی تبصرہ وتاثر

اسلامی تعلیمات کا ایک اہم اور بنیادی حصہ ''ایمانیات ہے جس کو بنیاد بنا کر اگر معاشرہ کی تعمیر کی جائے تو ہمارے مسلم معاشرہ ہی کی نہیں بلکہ دنیا کی ایک بڑی آبادی صحیح اور درست ہو جائے گی، جس کا مشاہدہ الحمدللہ اسلامی حکومتوں کے قرونِ اولیٰ میں کیا جا چکا ہے، اور اگر اسے ترک کردیا جائے تو معاشرہ بے راہ روی، فکری انحراف اور دین سے دوری پیدا ہو جائے گی، جس کے نتیجہ میں کبھی اچھا سماج وسوسائٹی ملنا مشکل ہوگا، جیسا کہ آج کی اس دنیا میں ہم مشاہدہ کر رہے ہیں، اسی لئے عبداللہ صدیقی صاحب نے جو ایک پُرعزم وباہمت انسان ہیں یہ بیڑا اٹھایا ہے کہ ہر سطح کے لوگوں تک ''ایمانیات'' کی بات پہنچائی جائے اور صفاتِ الٰہی کو واضح انداز میں پیش کیا جائے تا کہ ہمارے انسانی معاشرہ کی بنیاد اسی پر پڑے، ان کا یہ جذبۂ صادق زمانہ کی ضرورت سے ہم آہنگ ہے۔

انہوں اپنے اس کام کو مختلف علماء کی سرپرستی ورہبری میں جاری رکھا ہے، اب تک ''تعلیم الایمان'' کے کئی حصے منظر عام پر آچکے ہیں، حضرت مولانا مفتی محمد مصطفیٰ مفتاحیؒ (سابق شیخ الحدیث دارالعلوم سبیل السلام) اور مولانا سید اکبرالدین قاسمیؒ (بانی و ناظم اول جامعہ ریاض البنات وریاض الاسلام وسابقہ نائب ناظم مجلس علمیہ حیدرآباد) کی سرپرستی عبداللہ صدیقی صاحب کو حاصل رہی ہے اور ان دونوں حضرات کی تربیت بھی نصیب ہوئی ہے، ان حضرات کے وفات کے بعد مولانا سراج الہدیٰ ندوی ازہری (استاذ حدیث وفقہ دارالعلوم سبیل السلام واستاذ حدیث جامعہ ریاض البنات ملک پیٹ حیدرآباد) کی زیر سرپرستی یہ کام اپنی منزل کی طرف رواں دواں ہے۔

''تعلیم الایمان'' کے تمام حصے پڑھنے کے قابل ہیں، زبان وبیان عام فہم ہے، اس کتاب کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ معاشرہ کی زبان میں گفتگو کی گئی ہے اور مسلم

معاشرہ وانسانی سماج کے اصل مرض کی نشاندہی کی گئی، عبارت میں کسی طرح کی کوئی پیچیدگی نہیں ہے، ان کتابوں سے ایمانیات کی تعلیم اور اللہ کی صفات کو سمجھنے میں مدد ملتی ہے، جہاں تک میں سمجھتی ہوں ہر خاص و عام کے لئے یہ کتابیں بہت مفید ہیں اور ایمانیات پر عقیدہ جمانے اور اس موضوع پر کام کرنے والوں کو مزید کام کرنے پر آمادہ کرتی ہیں۔

میں نے اس کتاب کے مختلف حصوں کو اپنے حلقۂ دروس میں پڑھوائی ہیں، جس کا بہت اچھا اثر محسوس کیا گیا ہے اور اسی افادیت کی خاطر جامعہ ریاض البنات کے بعد درجوں کی طالبات کے لئے اس سلسلہ کی بعض کتابوں کو خارجی مطالعہ میں شامل کیا گیا ہے، اللہ سے دعاء ہے کہ مصنف اور سرپرست حضرات کی اس کاوش کو قبول فرمائیں۔ آمین

فقط

ذکیہ کوثر (صدر معلّمہ جامعہ ریاض البنات)
ملک پیٹ، حیدرآباد، آندھرا پردیش۔
Phone: 040-24540291